ماہنامۂ اُردو

ریویو آف ریلیجنز (قادیان)

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر

Digitized by Khilafat Library

مترجمہ

علی محمد اجمیری

بابت جمادی الاوّل ۱۳۵۷ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۳۸ء

جلد ۳۷ عدد ۴

یاد دہانی

گذشتہ اشاعت میں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ جن خریداروں کے سالانہ چندہ کی میعاد ختم ہو چکی ہے ان کے نام ماہ جولائی کا پرچہ بذریعہ وی پی روانہ ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی احباب کی خدمت میں یہ عرض بھی کی گئی تھی کہ اگر وہ اپنی رقوم چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ تو انہیں وی پی کے زائد اخراجات ادا نہ کرنے پڑیں گے۔ اور دفتر بھی بہت سی خط و کتابت کی زیر باری سے بچ جائیگا۔ مگر ہماری اس گذارش پر بہت تھوڑے دوستوں نے توجہ کی ہے ؂

گذشتہ اطلاع کے مطابق یہ پرچہ ہمیں بذریعہ وی پی بھیجنا چاہیئے تھا۔ لیکن اس خیال سے کہ اس طرح ہر خریدار کو ۵ آنے زائد ادا کرنے پڑیں گے۔ یہ مناسب سمجھا گیا کہ ایک مرتبہ پھر احباب کو یاد دہانی کرا دی جائے۔ سو جن دوستوں کی خدمت میں رسالہ حاضر ہوتا ہے وہ براہ کرم نوٹ فرمالیں کہ اگر انکی طرف سے اس ماہ رقم موصول نہ ہوئی تو آیندہ ماہ کا رسالہ ان کے نام بذریعہ وی پی روانہ ہوگا ؂

Digitized by Khilafat Library

اگر کوئی دوست کسی وجہ سے اس قومی رسالہ کی خریداری سے خدانخواستہ دست بردار ہونا چاہتے ہیں تو وہ براہ مہربانی مطلع فرمائیں۔ نیز بقایا رقم جو ان کے ذمہ ہے ارسال فرمائیں۔ تا انہیں رسالہ وی پی نہ بھیجا جائے ؂

جن اصحاب کو گذشتہ پرچہ بطور نمونہ بھیجا گیا تھا انہیں یہ پرچہ بھی بھیجا جا رہا ہے۔ امید ہے وہ رسالہ کی خریداری کے بارے میں اپنے فیصلہ سے مطلع فرمائیں گے۔ انہیں دو مرتبہ رسالہ بھیجنے سے دفتر کا کافی خرچ ہوا ہے اور یہ اس توقع پر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اس قومی رسالہ کی سرپرستی منظور فرمائیں گے ؂

رسالہ کا سالانہ چندہ اندرون ہند تین روپے اور بیرون ہند ساڑھے تین روپے ہے ؂

نیازمند
مینجر

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اُردو)

(یعنی)

دُنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

قیمت سالانہ اندرون ہند تین روپے۔ بیرون ہند ساڑھے تین روپے۔ طلباء اور غیر احمدی صاحبان سے اڑھائی روپے

جلد ۳۷	۶۔ جمادی الاوّل سنہ ۱۳۵۷ھ مطابق ۵۔ جولائی سنہ ۱۹۳۸ء	عدد ۷

فہرست مضامین

فارقلیط صہ ۲ — چھتیس سال پیشتر کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو سے اقتباس
خانۂ کعبہ صہ ۳ — علی محمدؐ اجمیری
لوح محفوظ صہ ۱۲ — حضرت مولٰنا صوفی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی
ایک سوال کا جواب صہ ۱۸ — حضرت میر محمدؐ اسمٰعیل صاحب
اسلامی دُنیا کے اعداد و شمار صہ ۲۳ — مترجمہ میاں عبدالمنان صاحب عمر بی۔ اے۔ مولوی فاضل۔
شہادۃ القرآن مصنفہ میر سیالکوٹی صاحب کا جواب صہ ۲۷ — مولٰنا تاج الدین صاحب فاضل لائل پوری
جنم ساکھی سری گورو سنگھ سبھا میں تحریف صہ ۳۳ — گیانی واحد حسین صاحب

Digitized by Khilafat Library

فارقلیط

(آج سے چھتیس برس پیشتر کے ریویو آف ریلیجنز سے)

اگر یوحنا کی انجیل کے وہ الفاظ جن میں فارقلیط کی آمد کی پیشگوئی کی گئی ہے بے معنی نہیں اور ان سے کوئی معنے نکل سکتے ہیں تو وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لگ سکتے ہیں۔ اور انکے سوائے کسی ایسی فرضی رُوح پر نہیں لگ سکتے جس نے حواریوں پر وارد ہو کر انکے درمیان ایک ایسی تبدیلی پیدا کی ہو جس کے پورا کرنے میں تثلیث کا اقنوم ثانی ناکام گذر گیا تھا۔ سب سے اوّل خود لفظ فارقلیط کے معنے دیکھنے چاہئیں کہ کیا ہیں۔ مسلمان ہمیشہ اس بات کو بیان کرتے آئے ہیں کہ اصل لفظ پاراکلیتس جیسا کہ یونانی انجیلوں میں پایا جاتا ہے نہیں ہے بلکہ اصل لفظ پیری کلوتس ہے اور ہر دو الفاظ کی باہمی مشابہت اور قلمی نسخوں کی حفاظت نہ ہونے اور ان قلمی نسخوں کے اصلی منبع یعنی زبانی روایات کے محفوظ نہ رہنے کے سبب سے یہ خرابی اور غلطی واقع ہو گئی ہے۔ لفظ پیری کلوتس کے معنے شاندار تعریف کیا گیا اور مشہور کے ہیں اور یہ معنے الفاظ محمدؐ اور احمدؐ کے معنوں کے ساتھ بہت ملتے ہیں۔ اس بات کے جواب میں عیسائی لوگ انجیلوں کا اصلی ہونا بیان کیا کرتے ہیں لیکن انکا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے۔ انجیلوں کو اصلی اور صحیح بیان کرنا اور زبانی روایات یا قلمی نسخوں میں ایسی تبدیلی کے واقع ہونے کو ناممکن کہنا یہ ایسی باتیں ہیں جو موجودہ زمانہ کی تحقیقات کے مقابلہ میں بہت ہی بیہودہ اور احمقانہ معلوم ہوتی ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ محققین کی تحقیقات ہی نے تمام انجیل کی منزل کو گرا کر مسمار کر دیا ہے بلکہ خود عیسائی بھی تسلیم کرنے لگ پڑے ہیں کہ ان کتابوں کا اکثر حِصہ محض اختراع نہیں تو کم از کم انسانی ہاتھوں سے بہت کچھ ان میں ڈالا گیا ہے۔ ولایت میں جدید انجیلوں میں سے بہت سے حصے جعلی سمجھ کر نکال دیئے گئے ہیں چنانچہ جدید انگریزی بائیبلیں جو طبع ہوئی ہیں ان میں مرقس باب ۱۶ آیت ۹ سے ۲۰ تک کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ "پرانے دو یونانی قلمی نسخوں میں اور دیگر مستند کتابوں میں آیت ۹ سے لیکر اخیر باب تک کہیں نظر نہیں آتا۔ اور بعض دیگر نسخوں میں آخر الفاظ کچھ اور طرح سے ہیں"۔ یورپ کے اندر جدید ترجمہ کرنیوالوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ تثلیث والی آیت بھی کسی انسانی ہاتھ نے پیچھے سے خدا کے کلام میں گھسیڑ دی ہے۔ خود عیسائیوں کے ان اقوال کو سُن کر کوئی اسکے علاوہ اور کیا کہیگا کہ یہ سارا تودہ مشکوک اور ناقابل اعتماد ہے اور کوئی خاص شہادت اسکے الہامی ہونیکے لئے پیش کرنی چاہیئے۔ پس یہ ایک احمقانہ حرکت ہوگی کہ اس ناقابل اعتبار اور مشکوک تودہ کتب کی بابت یہ کہا جائے کہ اس کے الفاظ محفوظ ہیں اور ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ؛

خانہ کعبہ

ہر مذہب کے ماننے والوں میں بعض عجوبہ پسند طبیعت کے لوگ ہوتے ہیں جو اپنے مذہب کی ہر بات میں انوکھے پن کے متلاشی رہتے اور پھر اسے خوش اعتقاد جاہلوں کے سامنے رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں سے اسلام بھی خالی نہیں ہے۔ مسلمانوں میں ہر زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں جو مذہب اسلام میں عجیب و غریب قصے گھڑ کر بیان کرتے رہے ہیں بعض اوقات غیر مذاہب کے لوگ بھی بظاہر اسلام میں داخل ہو کر اور نفاق کی چادر اوڑھ کر اسلام میں ایسی بے اصل روایات مشہور کرتے رہے ہیں جن سے اسلام بدنام ہو اور غیروں کی نظروں میں گر جائے۔

ہر عقلمند کے لئے جو کسی مذہب کی تحقیق یا اس پر تنقیدی نگاہ ڈالنا چاہے ضروری ہے کہ وہ اس مذہب کے صحیح، مسلّم اور پختہ اصول کو مدِ نظر رکھے اور قصّوں، کہانیوں اور موضوع روایات سے قطع نظر کرے۔ مگر یورپین مستشرقین اور بالخصوص مسیحی مبلّغین نے یہ عجیب وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ وہ جب کبھی اسلام کے کسی عقیدہ یا مسئلہ پر قلم اُٹھاتے ہیں تو اپنی تحقیق یا تنقید کی بنیاد اکثر غیر معتبر، ضعیف اور موضوع روایات پر رکھتے ہیں۔ اور اسی عقیدہ یا مسئلہ پر معتبر، قوی اور صحیح روایات اسلامی کو بیان کرنے سے عمداً پہلو تہی کرتے ہیں۔ ان کے اس رویہّ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کی غرض اسلام کو عوام کی نگاہ میں جو اصل حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں محض بدنام کرنا اور ان کو اس سے متنفّر کرنا ہوتی ہے ویسا۔

اِس وقت ڈاکٹر زویمر مشہور مسیحی مبلّغ کے سہ ماہی انگریزی رسالہ "دی مسلم ورلڈ" کی اشاعت ماہ جنوری ۱۹۳۸ء ہمارے پیش نظر ہے جس میں مسٹر گرانٹ الیگزنڈر کا ایک طویل مضمون بہ ذیل عنوان "کعبہ کی کہانی" شائع ہوا ہے۔ نامہ نگار مذکور نے اس مضمون میں شروع سے اخیر تک تمام ایسی روایات جمع کر دی ہیں جو یا عجوبہ پسندوں اور یا اسلام کے ظاہری دوستوں اور باطنی دشمنوں یعنی منافقوں نے اسلام کو بدنام کرنے کے لئے اس میں داخل کر دی ہیں۔ اور اس امر کی انتہائی کوشش کی ہے کہ اس میں کوئی ایسی صحیح اسلامی روایت درج نہ ہو جائے جس سے کعبہ کے بارہ میں اسلامی عقیدہ کی معقولیّت کا اظہار ہوتا وہ اسلام کو اپنے ناواقف بھائی بندوں میں خوب بدنام کر سکیں اور عقلمندوں کی نظروں میں اسے مضحکہ خیز بنا سکیں۔ افسوس ہے یہ لوگ ایسی غیر منصفانہ روش اختیار کرنے کے باوجود محقق کہلاتے ہیں اور یورپ کو اپنے ان فرزندوں پر ناز ہے۔

مسٹر ایلیگزنڈر نے اپنے مضمون کو دلچسپ بنانے کے لئے اس کے عنوان کے مطابق اسے کہانی کا رنگ دیا ہے۔ اور گو انہوں نے اس کی ابتدائی سطور میں لکھا ہے کہ "آنحضرت صلعم کی سیرت کی پُرانی کتابوں میں بہت سی غیر معقول اور وہمی مگر بعض اوقات نہایت دلچسپ روایات کعبہ اور اس کی تاریخ کے متعلق پائی جاتی ہیں"۔ مگر انہوں نے جن پُرانی کتابوں کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے اپنے سارے مضمون میں ایک مرتبہ بھی ان میں سے کسی ایک کتاب کا نام تک لینے کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی۔ غالباً اس لئے کہ ان کے مضمون کے ماخذ غیر مستند کتابیں ہیں جن کے نام لینے سے ایک تو انہیں یہ اندیشہ تھا کہ واقفوں کی نگاہ میں ان کے مضمون کی حیثیت گر جائیگی اور دوسرا یہ کہ کوئی محقق یا منقد اصل حوالجات کو دیکھ کر حقیقت الامر سے واقف نہ ہو جائے اور انکے مضمون کی خامیاں ظاہر نہ کر دے۔ کیونکہ جن کتابوں میں وہ موضوع روایات بیان ہوئی ہیں جن پر مسٹر ایلیگزنڈر نے اپنے مضمون کی بنیاد رکھی ہے انہیں میں محقق مؤرخین اور متکلمین اسلام کے یہ اقوال بھی درج ہیں کہ یہ سب روایات بے اصل ہیں اور ان کے مقابل پر انہوں نے کعبہ کے بارہ میں صحیح اسلامی عقیدہ بوضاحت بیان کیا ہے۔ مثلاً مسٹر موصوف نے سب سے پہلے کعبہ کی بنیاد کا سوال اُٹھایا ہے اور لکھا ہے کہ :-

"پہلی روایت اس ضمن میں یہ ہے کہ کعبہ کی بنیاد زمین کی پیدائش سے بھی پہلے بہشت میں رکھی گئی تھی۔ پھر جب آدم پیدا ہوئے اور انہوں نے شیطان کے بہکانے پر خدا کی نافرمانی کی جس پر انہیں بہشت سے نکالا گیا (جہاں وہ اس وقت تک رہتے تھے) اور انہیں زمین پر لایا گیا تو آدمؑ نے خدا سے عرض کی کہ اب وہ اس کے تخت کے گرد فرشتوں کی معیت میں چکر نہ لگا سکیں گے اور نہ اس کی تعریف کر سکیں گے۔ تب خدا نے حکم دیا کہ کعبہ زمین پر لایا جائے تا یہ اس کا زمینی تخت قرار پائے جس کے گرد جمع ہو کر اسکی فانی مخلوق عبادت کرے"۔

اس میں شک نہیں ہے کہ یہ روایت کسی قدر باہمی اختلاف کے ساتھ بعض کتب تاریخ و تفسیر میں مذکور ہوئی ہے۔ لیکن نہ تو اس کی صحت کا کوئی ثبوت ہے اور نہ یہ مرفوع ہے۔ یعنی اسکی سند کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی روایت پر کسی عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی خصوصاً جبکہ درایتاً بھی اس کا ضعف بیّن اور واضح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متقدمین علماء اسلام میں سے بھی بہت سے جلیل القدر بزرگوں نے اس روایت اور اس قسم کی دیگر روایات کے متعلق یہی رائے ظاہر کی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن جریر طبریؒ کعبہ کی ابتدا کے بارہ میں تمام روایات لکھ کر جن میں سے ایک مذکورہ بالا روایت بھی ہے تحریر فرماتے ہیں :-

"ہمیں معلوم نہیں ہے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ کیونکہ اصل حقیقت کا پتہ یا تو اس طرح لگ سکتا ہے

کہ خود خدا تعالیٰ بتائے (یعنی قرآن مجید میں اس کا ذکر ہو) اور یا اس طرح کہ اس کے رسول برحق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل مستفیض کے ذریعہ کوئی خبر پہنچے۔ اور ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ یعنی نہ قرآن مجید میں اس کا کوئی ذکر ہے جس پر دلیل اور حجت قائم ہو سکے اور جسے تسلیم کرنا لازم ہو جائے۔ اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل مستفیض کے ذریعہ کوئی خبر پہنچی ہے۔"[۱]

علامہ ابو حیان مشہور امام و مفسر قرآن تحریر فرماتے ہیں:۔

"مفسرین نے بیت اللہ کی ماہیت اس کے قدیم و حادث ہونے نیز یہ کہ اس کے دروازے کس چیز کے بنے ہوئے تھے اور حضرت آدمؑ نے کتنی مرتبہ اس کا حج کیا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے کس چیز سے اسے بنایا اور اس کی تعمیر میں کس کس نے ان کی امداد کی تھی ان سب امور کی نسبت بہت سے قصے اور کہانیاں بیان کی ہیں۔ اور اسی ذکر میں انہوں نے بیت معمور پر بحث کو بھی شامل کیا ہے اور حضرت آدمؑ کی لمبائی اور ان کی اور ان کے لڑکوں کے گنجا ہونے کی بیماری کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اور پھر حجر اسود کو بھی زیر بحث لائے ہیں۔ اور اس ضمن میں انہوں نے ایسی ایسی باتیں بیان کی ہیں جو نہ قرآن مجید میں ہیں اور نہ حدیث صحیح میں بلکہ وہ باتیں خود بھی باہمی متناقض ہیں۔ اور یہ مفسرین کی عادت ہے کہ وہ غلط سلط باتیں بیان کر دیتے ہیں۔ اس لئے ان میں سے کسی بات پر بھی ماسوا اس کے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔"[۲]

Digitized by Khilafat Library

اسی طرح حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"جو لوگ یہ روایات (جن میں کعبہ کی ابتداء وغیرہ کا ذکر ہے) بیان کرتے ہیں وہ اکثر اہل کتاب سے لیتے ہیں۔ اور اہل کتاب کی خبروں کی نہ تصدیق کی جا سکتی ہے اور نہ تکذیب۔ اور صرف اہل کتاب کی خبروں پر اعتماد بھی نہیں کیا جا سکتا (یعنی ان پر کسی عقیدہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی) ہاں اگر اس بارہ میں کوئی صحیح حدیث ثابت ہو جائے تو ہم اسے سر آنکھوں پر رکھیں گے اور اسے تسلیم کرنے میں ہمیں کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔"[۳]

مسٹر الیگزنڈر اگر دیانتداری سے کام لیتے تو ان کا فرض تھا کہ وہ کعبہ کی ابتداء کے بارہ میں بے اصل روایات درج کرتے ہوئے یہ بھی بیان کر دیتے کہ محققین نے انہیں غیر معتبر قرار دیا ہے۔ مگر چونکہ ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ مذہب اسلام کو "عجیب و غریب" اور "دلچسپ" عقائد کا مجموعہ ثابت

۱؎ تفسیر جامع البیان جلد اوّل صفحہ ۴۳۔　　۲؎ تفسیر البحر المحیط جلد اوّل صفحہ ۳۸۷۔

۳؎ تفسیر ابن کثیر بر حاشیہ فتح البیان جلد اوّل صفحہ ۲۹۹

کریں اور وہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتا تھا جب وہ صرف کمزور اور موضوع روایات بیان کرنے پر اکتفا کرتے اس لئے آپ نے ان روایات پر علماء اسلام کی مخالفانہ آراء کا ذکر کرنا خلاف مصلحت سمجھا اور اُسے نظر انداز کر دیا مسٹر الیگزنڈر کا سارا مضمون از ابتداء تا انتہاء اسی قسم کی ناجائز اور خلاف انصاف کارروائیوں سے لبریز ہے۔

کعبہ کے متعلق صحیح اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ یہ بہت پرانا اور سب سے پہلا گھر ہے جو خدا کی عبادت کیلئے روئے زمین پر بنایا گیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ (آل عمران۔ رکوع ۱۰)

یقیناً سب سے پہلا گھر جو لوگوں کیلئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ اسے برکت دی گئی ہے اور یہ سارے جہان کی ہدایت کا موجب بننے والا ہے۔

پھر حج کے ارکان کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا :۔

وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ (حج۔ رکوع ۴)

پھر وہ (حاجی) اس پرانے گھر کا طواف کریں۔

نیز فرمایا :۔

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ (حج۔ رکوع ۴)

تمہارے لئے قربانی کے جانوروں میں ایک مقررہ مدت تک منافع ہیں۔ پھر انکے جانے اور اُترنے کی جگہ پرانا گھر ہے۔

مذکورہ بالا آیات میں کعبہ کی قدامت کا جو دعویٰ قرآن مجید نے کیا ہے اسے اسلام کے اشد ترین معاندین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ سر ولیم میور دیباچہ "لائف آف محمدؐ" کے تیسرے باب میں لکھتے ہیں :۔

"مکہ کے مذہب کی موٹی موٹی خصوصیات کو بہت قدیم زمانہ کی طرف منسوب کرنا پڑتا ہے۔ ......

ڈائڈورس سن عیسوی سے قریباً نصف صدی پیشتر عرب کے متعلق جو اسوقت بحیرہ احمر کے سیلاب کی زد میں آچکا تھا لکھتا ہے کہ اس ملک میں ایک عبادت گاہ ہے جسے عرب انتہائی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان الفاظ میں یقیناً مکہ کے مقدس گھر بیت اللہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ عرب میں ہمیں اس کے سوا اور کسی ایسی عبادت گاہ کا پتہ نہیں چلتا جسے عرب میں عام طور پر تقدس حاصل ہوا ہو۔

...... روایتاً بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ دراز سے عرب کے تمام کونوں سے کعبہ کے حج کو لوگ آتے رہے ہیں۔ یمن حضرموت، خلیج فارس کے کناروں، شام کے صحراؤں اور حیرہ اور میسوپٹیمیا کے دور دراز علاقوں سے لوگ ہر سال مکہ میں جمع ہوتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ اسقدر وسیع اور عام طور پر عزت کی ابتداء یقیناً بہت ہی قدیم زمانہ سے ہو گی جس سے پرے کوئی زمانہ تجویز نہیں ہو سکتا۔"

یہ سوال کہ ابتدائے کعبہ کی بنیاد کس نے رکھی؟ اس بارہ میں قرآن مجید کا کوئی مفصّل یا مجمل ارشاد نہیں ہے۔ اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی متصل اور مرفوع روایت ثابت ہے جس پر صحت کا کُلی اعتماد کیا جا سکے۔ البتہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے ایک مرفوع روایت آئی ہے جو یہ ہے کہ:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حضرت آدم علیہ السّلام اور حضرت حوّا کی طرف بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ میری عبادت کے لئے بیت اللہ بناؤ۔ جبریل نے اس گھر کے نشان بتائے حضرت آدمؑ مٹی کھودتے تھے اور حضرت حوّا اسے اٹھا کر لاتی تھیں۔ جب تعمیر پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تو خدا تعالیٰ نے حضرت آدمؑ پر وحی نازل کی اور انہیں کہا کہ اس گھر کا طواف کریں۔ اور ان سے یہ بھی کہا کہ تو (اس دور کا) پہلا انسان ہے اور یہ پہلا گھر ہے"[۱]

Digitized by Khilafat Library

اس روایت کے سوا اور جسقدر روایات مختلف کتابوں میں اس سلسلہ میں آئی ہیں ان میں سے کوئی بھی مرفوع نہیں ہے۔ اور اس روایت پر بھی حافظ ابن کثیرؒ نے جرح کی ہے اور کہا ہے کہ:۔

"اس کے راویوں میں ایک ابن لہیعہ ہے جو ضعیف ہے۔ اور اغلب ہے کہ یہ روایت بھی عبد اللہ بن عمرو بن العاص پر موقوف ہو"[۲]

لیکن چونکہ یہ روایت قرآن مجید اور اسلام کے کسی مسلّم اور محکم عقیدہ کے خلاف نہیں ہے بلکہ قرآن مجید میں کعبہ کے متعلق جو مذکورہ بالا ارشادات آئے ہیں ان کے مطابق ہے۔ نیز اس میں کوئی خلاف عقل و قیاس بات بھی نہیں ہے اس لئے یہ قابل قبول ہے۔ علاوہ ازیں صحیحین کی ایک دوسری حدیث سے بھی اس کی کسی حد تک تائید ہوتی ہے۔ جس میں حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے دن فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو زمین و آسمان کی پیدائش کے دن سے معزز قرار دیا ہے۔ اور یہ اللہ کی دی ہوئی عزّت کی وجہ سے قیامت تک معزز ہے[۳] الحدیث"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خانۂ کعبہ کی تعمیر ابتداء دنیا میں ہوئی۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی روایت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ پس ان دونوں روایتوں کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خانۂ کعبہ کی بنیاد ابتداء دنیا میں حضرت آدم علیہ السّلام نے خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت رکھی۔ اس کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے ازرقی نے اپنی تاریخ مکّہ میں درج کیا ہے اور جو یہ ہے کہ:۔

"خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کو اپنی عبادت کے لئے گھر بنانے کا حکم دیا۔ سو انہوں نے

---

[۱] تاریخ خمیس جلد اوّل صفحہ ۱۰۲۔ [۲] تفسیر ابن کثیر بر حاشیہ فتح البیان۔ [۳] بخاری باب لا یحل القتال بمکۃ و مسلم

بہت سے پہاڑوں سے پتھر لاکر اسے تعمیر کیا۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت ابن عباسؓ کی روایات سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے مٹی اور پتھروں سے بیت اللہ کی تعمیر کی۔ اِن سے اُن روایات واہیہ کی تردید ہوتی ہے جنہیں مسٹر الیگزنڈر نے اپنے مضمون کی زینت بنایا ہے اور جن میں لکھا ہے کہ کعبہ سُرخ لعل کا مجوّف گھر تھا جس کے دو دروازے تھے ایک زمرد کا اور دوسرا سونے کا۔ اور اس میں قیمتی جواہر جڑے ہوئے تھے۔ اور اس کے ستون جنّت کے یاقوتوں سے بنائے گئے تھے وغیرہ۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ کی اولاد میں سے حضرت شیثؑ خانۂ کعبہ کے متولّی ہوئے۔ اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بعد یہ سلسلۂ تولیت ان کی اولاد میں نسلاً بعد نسلٍ جاری رہا۔ خانۂ کعبہ اس زمانہ میں انبیاءؑ کا مرجع بنا رہا۔ حتّٰی کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے درمیانی زمانہ میں، کسی وقت خانۂ کعبہ کو کچھ ایسا نقصان پہنچا کہ اس کے ظاہری نشان مٹ کر آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے مقدّس ہاتھوں سے کعبہ کی دوبارہ تعمیر کرائی۔

مفسّرین اور اکابر سلف میں سے بعض نے جن میں سے ایک حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں کعبہ کی بنیاد کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قبل ماننے سے انکار کیا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں ایسے اشارات پائے جاتے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قبل خانۂ کعبہ کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ چنانچہ فرمایا:۔

Digitized by Khilafat Library

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ (بقرہ رکوع ۱۵)	اور جب ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی طرف خانۂ کعبہ کی بنیادیں رکھنے کو منسوب نہیں کیا بلکہ بنیادوں کو بلند کرنے کا فعل ان کی طرف منسوب کیا ہے۔ جس سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ خانۂ کعبہ کی بنیادیں پہلے سے موجود تھیں۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے انہیں تلاش کر کے ان پر عمارت کھڑی کی۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰھِیْمَ مَکَانَ الْبَیْتِ (حج رکوع ۴)	اور جب ہم نے ابراہیمؑ کو خانۂ کعبہ کی جگہ بتائی۔

اس ارشاد سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ بیت اللہ کی جگہ دیواروں کے گر جانے کی وجہ سے

آنکھوں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو وہ جگہ بتائی جس پر انہوں نے عمارت بنائی۔
حضرت ابراہیمؑ جب ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ کو وادی مکّہ میں چھوڑ کر پہلی مرتبہ شام کو واپس جانے لگے تو اس وقت انہوں نے یہ دُعا کی:۔

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ (ابراہیم رکوع ۶)

اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد کو بنجر وادی میں تیرے معزز گھر کے پاس آباد کیا ہے۔

اس دُعا کے الفاظ سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بیت اللہ ان کے وہاں آنے سے پہلے موجود تھا۔ تبھی تو انہوں نے دُعا میں اس کا ذِکر کیا ہے۔

ہم ذیل میں خانۂ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کے واقعہ کی تفصیلات معتبر کتب کے حوالہ جات سے درج کرتے ہیں:۔

Digitized by Khilafat Library

حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین کے رہنے والے تھے۔ آپؑ کی دو بیویاں[۲] تھیں، ایک کا نام سارہؑ تھا اور دوسری کا ہاجرہؑ۔ ہاجرہؑ سے اسمٰعیل علیہ السّلام پیدا ہوئے۔ سارہؑ نے کسی بات پر ناراض ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے کہا کہ وہ ہاجرہؑ اور ان کے بیٹے کو جن کی عمر اُسوقت دُو سال تھی کسی دوسری جگہ چھوڑ آئیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اس سے طبعاً تکلیف ہوئی مگر خدا تعالیٰ نے انہیں تسلّی دی اور فرمایا کہ سارہؑ کے کہنے کے مطابق عمل کرو۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ کو ساتھ لیکر فلسطین سے جانب حجاز روانہ ہوئے۔ ایک فرشتہ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان کی رہنمائی کرتا تھا۔ راستہ میں جہاں کہیں آبادی آتی حضرت ابراہیم علیہ السّلام فرشتہ سے دریافت کرتے کہ کیا مجھے یہاں آباد ہونیکا حُکم ہے۔ فرشتہ جواب دیتا کہ نہیں ابھی آگے چلو۔ حتیٰ کہ جب وہ وادیٔ مکّہ میں پہنچے (جو اسوقت بالکل غیر آباد اور ویران جگہ تھی اور جہاں سوائے چند جنگلی جھاڑیوں کے کچھ پیداوار نہ تھی) تو جبریلؑ نے کہا کہ تمہیں یہاں آباد ہونے کا حُکم ہے۔ قریب ہی ایک پتھر پڑا ہوا تھا حضرت ابراہیم علیہ السّلام اس پتھر کی طرف گئے اور وہاں ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ کے لئے جگہ بنائی۔ پھر ہاجرہؑ سے کہا کہ یہاں ایک جھونپڑی بنالینا۔[۳]

سارہؑ کے ناراض ہونے اور ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ کی ہجرت کا ذکر بائبل میں پیدائش باب ۲۱ آیت ۱۲ و ۱۳ میں ہوا ہے۔

---

[۱] بخاری جلد ۲۔
[۲] بعض روایات کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی تین بیویاں تھیں تیسری کا نام قطورا تھا۔
[۳] تاریخ الخمیس جلد اوّل صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۶

سارہؑ کی ہاجرہؑ سے ناراضگی کے سوال پر علماء اسلام میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے بائیبل کے بیان کے اس حصہ کو غلط ٹھیرا کر اس کا سرے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ سفر خدا تعالیٰ کے خاص حکم کے ماتحت ہوا تھا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ خدا تعالیٰ کو وادیٔ مکہ میں بیت اللہ کی تعمیر کرانی منظور تھی۔ سو اُس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے کو وہاں لے جائیں۔ سارہ کی ناراضگی کا اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ لیکن ایک گروہ نے سارہ کی ناراضگی کے واقعہ کو درست تسلیم کیا ہے۔ روایات میں اس ناراضگی کے کئی وجوہ بیان ہوئے ہیں۔ ایک میں ہے کہ اسمٰعیلؑ کی پیدائش پر جذبۂ رقابت کے باعث سارہؑ ناراض ہوئیں کیونکہ ان کے ہاں اسوقت تک کوئی اولاد نہ تھی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہاجرہؑ کے ہاں اسمٰعیلؑ کی پیدائش کے بعد جلد ہی سارہؑ کے ہاں اسحٰقؑ پیدا ہو گئے تھے۔ بچپن میں حضرت ابراہیمؑ نے ان دونو کا دوڑ میں مقابلہ کرایا۔ اسمٰعیلؑ آگے نکل گئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے بطور انعام انہیں پیار کیا۔ سارہؑ کو یہ بُرا معلوم ہوا۔ اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد پھر دونو بھائی کھیل رہے تھے کہ آپس میں جھگڑ پڑے۔ سارہؑ برداشت نہ کر سکیں اس لئے انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا۔[1]

بخاری میں حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ" والدۂ اسمٰعیل علیہ السلام پہلی عورت ہیں جنہوں نے کمر بند باندھا اور اپنے کپڑے کے دامن کو زمین پر چھوڑ کر سفر کیا تا وہ اپنے نشانات سارہؑ سے مخفی رکھیں۔ اس سے سارہ کی ہاجرہ سے رقابت پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب روایات موقوف ہیں ان میں سے کسی کی سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ کے بے آب و گیاہ اور بنجر میدان میں ہاجرہؑ اور ان کے ننھے بیٹے کو بحکم الٰہی چھوڑ کر واپس روانہ ہو گئے۔ اب ہاجرہؑ نے دیکھا کہ وہ اِس سنسان وادی میں بالکل اکیلی رہ جائینگی۔ آیندہ پیش آنے والے خطرات کی تصویر ان کی آنکھوں کے سامنے آگئی۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے پیچھے ہو لیں اور کچھ فاصلہ پر جا کر انہیں مخاطب کر کے کہا کہ آپ ہمیں کس کے سپرد کر چلے ہیں؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں ایک بہت دردمند دل تھا۔ قرآن مجید نے

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ — بیشک ابراہیم بہت درد رکھنے والا اور بُردبار تھا۔

کہکر ان کی فطری رِقت قلبی کا اظہار کیا ہے۔ وفا شعار بیوی اور بشارت الٰہیہ کے ماتحت بڑھاپے میں

---

[1] تاریخ الخمیس جلد اوّل صـ۱۰۵

پیدا ہونے والے بیٹے کی جدائی پر جذبات نے اسقدر ہجوم کیا کہ وہ جواب نہ دے سکے۔ ہاجرہؓ برابر انکے پیچھے پیچھے چلی جاتی تھیں حتّٰی کہ وہ کداء پہاڑ کے قریب پہنچے تو حضرت ابراہیمؑ نے اشارہ سے جواب دیا کہ خدا کے سپرد۔ ہاجرہؓ نے دریافت کیا کہ کیا خدا کے حکم کے ماتحت؟ آپؑ نے جواب دیا کہ ہاں۔ ہاجرہؓ نے مومنانہ شان میں کہا کہ بس پھر خدا ہمیں کافی ہے۔ یہ کہکر ہاجرہؓ لوٹ آئیں اور اپنے بیٹے کے پاس پہنچ گئیں۔ اِتنے میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کداء پہاڑ پر پہنچ گئے تھے۔ آپؑ نے اس پر کھڑے ہو کر مڑ کر دیکھا تو اپنے لخت جگر کو زمین پر پڑے پایا۔ اسے دھوپ اور بارش وغیرہ سے بچانے کیلئے نہ کوئی سایہ تھا اور نہ کوئی چھت۔ شفقت پدری نے جوش مارا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی زبان سے بے اختیار نکلا۔

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ۝ (ابراہیم ع)

اے ہمارے ربّ میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس غیر آباد وادی میں تیرے معزز گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے ہمارے ربّ یہ اس لئے کہ وہ نماز کھڑی کریں۔ پس تو لوگوں کے دلوں کو انکی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں کا رزق عطا کر تا وہ تیرے شکر گذار ہوں۔

اس دعا کو جو سوز و اضطرار کی حالت میں کی گئی اور دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی بارگاہِ ایزدی میں جو قبولیت حاصل ہوئی وہ محتاج بیان و تشریح نہیں ہے ۔ (باقی)

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اُردو) کے پُرانے فائل

بیش قیمت علمی خزانہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے گذشتہ چھتیس ۳۶ سال کے فائل جن میں سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے نہایت قیمتی مضامین مختلف مسائل پر شائع ہوتے رہے ہیں قابل فروخت ہیں۔ یہ فائل بہت تھوڑی تعداد میں رہ گئے ہیں جو آرڈر پہلے موصول ہوں گے ان کی تعمیل مقدّم کی جائیگی۔ قیمت کا تصفیہ منیجر رسالہ ریویو آف ریلیجنز اُردو سے بذریعہ خط و کتابت کیا جاسکتا ہے ۔

لوح محفوظ

قرآن کریم میں لوح محفوظ کا ذکر سورۂ بروج کے اخیر میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۝ اس سے پہلی آیت یہ ہے بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ وَاللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ ۝

Digitized by Khilafat Library

اِن دونوں آیتوں کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ کافر لوگ جو شب و روز قرآن کریم کی تکذیب میں مصروف ہیں تا اس کی اشاعت نہ ہونے پائے اور نہ اس کی قبولیت دُنیا میں پھیلے ان کے مقابل پر خدا تعالیٰ کی ذو المجد و العلاء ہستی جو قرآن کریم کو نازل فرمانے والی ہے وہ چاہتی ہے کہ اس کی دُنیا میں اشاعت ہو اور اس کی قبولیت بھی پھیلے۔ کافروں کی تکذیب کے جواب میں پہلی آیت میں یہ فرمایا۔ کہ وَاللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ یعنی کافروں کا قرآن کریم کی تکذیب کے لئے سر توڑ کوشش کرنا انہیں کامیاب نہیں کرسکیگا۔ اس لئے کہ کافروں کی کوشش مخلوق کے مقابلہ میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ محیط ہستی ہے۔ جو ان کافروں کو ہر طرف سے خواہ ان کی تکذیب کے لحاظ سے ہو خواہ تکذیب کی جزاء کے لحاظ سے گھیرنے والا ہے اور ان پر قابو رکھنے والا ہے۔ تکذیب کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کا تسلّط کافروں پر اس طرح ہے کہ کافر جہاں جہاں لوگوں میں کھڑے ہو کر قرآن کریم کے خلاف باتیں سُناتے ہیں وہاں ان کے اعلان سے لوگوں کو قرآن کریم کا علم ہوتا ہے۔ اور جن کو پہلے علم نہ تھا ان کو کافروں سے علم اور اطلاع ملنے پر توجہ بھی ہوتی رہتی ہے۔ اور اس طرح توجہ پیدا ہونے سے ان پر حق ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور وہ قرآن کریم کی صداقت اور تعلیم کو قبول کرتے جاتے ہیں۔ اور یُوں خدا تعالیٰ ان کے فعل تکذیب اور اس فعل کی جزاء سے قرآن کریم کی اشاعت اور قبولیّت کو اپنے تصرّف اور تسلّط کے ساتھ اپنی صفت محیط سے علی رغم اعداء ... ... بڑھاتا جاتا ہے۔ اور پھر باوجود کافروں کی اس تکذیب اور کوشش کے قرآن کریم کی اشاعت اور قبولیّت کا بڑھتے جانا اس بات کو ظاہر کرتا ہے جو دوسری آیت کے الفاظ میں پیش کی گئی ہے یعنی بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ کہ یہ قرآن جو باوجود کافروں کی تکذیب اور ان کی مخالفانہ کوششوں کے اپنی اشاعت اور قبولیّت میں بڑھ رہا ہے معمولی کلام نہیں ہے بلکہ بہت بڑے مجد اور بزرگی والا کلام ہے جو اپنے خارق عادت مجد اور بزرگی کے لحاظ سے خدائے ذو المجد و العلا کا کلام ثابت ہوتا ہے نہ کسی مخلوق کا جو حضرت

خلاق اکبر کے بالمقابل نہایت ہی عاجز اور ناتواں ہے۔ پھر قرآن کریم کا کافروں کی پُرزور تکذیب اور مخالفانہ جدّوجہد اور مکذبانہ کوشش کے باوجود جو اس کی تعلیم کی اشاعت کی راہ میں روکیں ڈالنے کے لئے کیجاتی ہے اور اس کے نابود کرنے کے لئے شب و روز جاری ہے محفوظ پایا جانا اور نابود نہ ہونا کتنا بڑا نشان اور کتنا بڑا اعجاز ہے جو اس کے الٰہی کلام ہونے پر شاہد ناطق اور برہان واثق ہے اور مخالفانہ اسباب کے ہوتے ہوئے جو مکذبوں کی تکذیب کی شکل میں پائے جاتے ہیں قرآن کریم کا محفوظ پایا جانا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ کوئی زبردست ہستی ہے جس کی معجزانہ حفاظت کے نیچے حسب وعدہ:-

اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (حجر رکوع ۱) ہم اس کی حفاظت کریں گے۔

واقعی قرآن کریم لوح محفوظ میں ہے۔

قرآن کریم کی نسبت یہ ارشاد کہ "وہ لوح محفوظ میں ہے" اس سے قرآن مجید کو لوح محفوظ کے ظرف کے لئے مظروف قرار دیا ہے۔ اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح ظرف محفوظ اپنے مظروف کے لئے باعث حفاظت ہے اسی طرح لوح محفوظ جس میں قرآن کریم کو رکھا گیا ہے وہ قرآن کریم کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

Digitized by Khilafat Library

اب طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لوح محفوظ سے کیا مراد ہے؟ سو اس کی فہمید کیلئے مثال کے طور پر ذیل کی تشریحات کافی ہو سکتی ہیں:-

اوّل۔ چونکہ کُفّار کی تکذیب قرآن کریم کی حفاظت کے مفاد کی ضد واقع ہوئی ہے اور کُفّار کی تکذیب کے بالمقابل مؤمنین کی تصدیق اور ان کا قرآن کریم کو اپنی قوّت حافظہ سے اپنے دل و دماغ میں محفوظ کر لینا اس کی حفاظت کا ذریعہ ہے اس لئے کہ سکتے ہیں کہ لوح محفوظ سے مراد مؤمنین کا وجود ہے اور ان کے قلوب اور قوّت حافظہ اور اعمال صالحہ کے لحاظ سے مومنانہ اُسوہ حسنہ ہے۔ چنانچہ آیت:-

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ بیشک یہ قرآن معزز ہے۔ چھپی ہوئی تحریر میں۔
لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۙ (واقعہ رکوع ۳) نہیں اسے چھوتے مگر پاکیزہ لوگ۔

میں کتاب مکنون سے مراد لوح محفوظ یعنی قلوب المؤمنین بھی لی گئی ہے۔ (مفردات راغب) اور لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ میں مطہرون سے بھی مصدق مؤمنین مراد ہیں جو ایمان لانے سے ارشاد:-

وَيُزَكِّيْهِمْ (جمعہ رکوع ۱) اور وہ رسول ان کو پاک کرتا ہے۔

کے ماتحت مطہّر اور پاک دِل بنا دیئے گئے۔ اور آیت :-

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ (مجادلہ ع ۳) یہی لوگ ہیں جن کے دِلوں میں اس نے ایمان لکھدیا۔

Digitized by Khilafat Library

نیز آیت :-

بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (عنکبوت رکوع ۵) بلکہ یہ کھلی آیات ہیں جو لوگوں کے سینوں میں ہیں جن کو علم دیا گیا۔

سے بھی ان دو میں ان معنوں کی تصدیق ہوتی ہے

دُوم۔ لوح کا لفظ لَاحَ یَلُوْحُ کا مصدر بھی واقع ہُوا ہے۔ اور یہ لازم بھی ہے اور متعدّی بھی۔ لازمی کے لحاظ سے اس کے معنے ظاہر ہونا ہے۔ اور متعدّی کے لحاظ سے کسی چیز کو آنکھ سے دیکھنا ہے۔ چنانچہ لُغت میں ہے لَاحَ الشَّیْءُ بَدَا وَظَهَرَ وَلَاحَ الشَّیْءَ اَبْصَرَہٗ۔ ان معنوں کی رُو سے آیت بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ میں لوح محفوظ سے مراد قرآن کریم کی حفاظت کا پایا جانا ہے جس کا ظہور حسب وعدہ :-

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (حجر رکوع ۱) ہم نے اس نصیحت کو اُتارا ہے اور ہم اس کی حفاظت کریں گے۔

ہر زمانہ میں اب تک پایا گیا ہے اور آیندہ بھی ظہور میں آتا رہے گا۔

سوم۔ لوح محفوظ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات بھی ہے۔ اس لئے کہ قرآن ہی آپؐ کے اخلاق حسنہ سے مزیّن زندگی کی تصویر تھی حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں :-

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ (بخاری) آپؐ کے اخلاق قرآن مجید کی تعلیم کی عملی تفسیر تھے۔

اور جس طرح قرآن مجید وعدہٗ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کے مطابق محفوظ قرار پایا۔ اسی طرح وعدہٗ :-

وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (مائدہ رکوع ۱۰) اللہ آپ کو لوگوں سے بچائیگا۔

کے رُو سے آپ بھی کافروں کے قتل سے خدا کی حفاظت میں رہے۔ اور قرآن کیلئے لوح محفوظ کو ظرف قرار دینا یعنی یہ کہنا کہ "قرآن مجید لوح محفوظ میں ہے"، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کیونکہ قرآن کے پہلے ظرف انسانوں میں سے آپ ہی تھے۔ قرآن بحکم :-

نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ (بقرہ رکوع ۱۲) اس نے اِسے اُتارا ہے تیرے دل پر۔

آپؐ کے دِل پر اُتارا گیا۔ اس لئے قرآن آپؐ کے اندر اُترا۔ اور آپؐ کے اندر ہونے سے آپؐ قرآن کے لئے ظرف اور لوح محفوظ قرار پائے۔ اور جس طرح قرآن مجید کافروں کی تکذیب اور مکذبانہ کوششوں کے ہوتے ہوئے نابود نہ ہوسکا بلکہ محفوظ رہا اسی طرح آنحضرت صلعم بھی جو قرآن کے لئے بمنزلہ لوح محفوظ کے تھے

کافروں کے قتل سے باوجود ان کی قاتلانہ کوششوں کے خدا کے وعدۂ حفاظت کے مطابق محفوظ رہے۔ بلکہ آپ کا اسوۂ حسنہ اور محفوظ شریعت بھی آپ کی دائمی حفاظت کا مفاد ظاہر کرتی ہے۔

چہارم۔ آیت یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ (رعد رکوع ۶) مٹا دیتا ہے اللہ جسے چاہتا ہے اور قائم رکھتا ہے جسے چاہتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب ہے۔ کی رُو سے ہر دور جدید میں بعض امور ماضیہ کا مٹا دیا جانا اور اس کے بالمقابل بعض کا قائم رکھا جانا۔ اور انبیاءؑ کی بعثت پر مخالف اقوام اور ان کی رسومات کو مٹا کر انبیاءؑ کی جماعتوں اور ان کے پیش کردہ دین کو قائم کر دینا یہ امور بھی لوح محفوظ کا مفہوم اپنے اندر رکھتے ہیں۔

پنجم۔ لوح محفوظ سے یہ مراد بھی ہے کہ قرآن کریم جو تمام کتب سابقہ کے بالمقابل (بہ نسبت اجزاء کُل کی حیثیت میں پائے جانے اور بہ نسبت غیر محفوظ اور محرّف کتب کے محفوظ پائے جانے سے) مجد اور جلالت کی شان رکھتا ہے دائمی شریعت اور ہدایت کی کتاب ہے۔ کیونکہ جس لوح میں وہ شان مجد کے ساتھ اسے اتارا گیا ہے وہ منسوخ یا محرّف و مبدّل ہونیکے عوارض سے بہت بالا اور محفوظ ہے۔

ششم۔ لوح محفوظ سے مراد صحف انبیاءؑ میں سے ہر ایک صحیفہ بھی ہو سکتا ہے جو کتب قیمہ کے دائمی اصول پر نازل کیا گیا اور پھر لوگوں کی محرّفانہ کوششوں کے باعث اصلی حالت پر نہ رہنے کے بعد صُحُفًا مُّطَهَّرَةً کے ارشاد کے مطابق مطہّرانہ طریق پر دوبارہ قرآن کریم میں اتارا گیا اور اس طرح اسے لوح محفوظ کی حیثیت دیگئی۔ ان معنوں میں قرآن کریم ہر لوح میں (خواہ وہ الواح موسیٰؑ کی پانچ کتابوں کی شکل میں پائی جاتی ہے اور خواہ زبور۔ انجیل وغیرہ دیگر صحف انبیاءؑ کی شکل میں) نازل ہوا ہے جو قرآنی وحی سے محفوظ کر لی گئی ہے۔ اس پہلو کے لحاظ سے قرآن کو مجد کی صفت سے ذکر کرنیکا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم سے پہلے تو صحف انبیاءؑ کو انسانی ہاتھوں نے محرّف و مبدّل کر دیا لیکن قرآن کو یہ شان بزرگ حاصل ہے کہ اسے کوئی محرّف و مبدّل نہ کر سکیگا۔

ہفتم۔ لوح محفوظ سے مراد قانون قدرت اور قانون فطرت بھی ہے۔ اور قرآن کریم کا قانون قدرت اور قانون فطرت کے مطابق ہونا بوجہ شہادات حقّہ گویا لوح محفوظ میں پایا جانا ہے۔ آیت:۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا (روم رکوع ۴) اللہ کی بنائی فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔

اور آیت:۔

وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔ (نساء رکوع ۱۱) اور اگر یہ (قرآن) خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو انہیں اس میں بہت سا اختلاف نظر آتا۔

اور آیت :-

وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ (آل عمران رکوع ۲۰)
اور وہ غور و فکر کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں (پھر کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے انہیں بغیر کسی مقصد کے پیدا نہیں کیا۔

Digitized by Khilafat Library

اور آیت :-

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (بنی اسرائیل ع ۹)
کہدے حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔

میں اسی کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ نیز آیت :-

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ
اور نہیں کوئی تر اور نہ خشک مگر وہ کھول کر بیان کرنیوالی کتاب میں ہے

سے بھی علاوہ علم الٰہی کے اسی امر کی تائید ہوتی ہے۔

ہشتم۔ لوحِ محفوظ سے مراد قرآن کریم کا (زبانی قرأت کے مقابلہ میں) فنِ کتابت کے ذریعہ بصورت کتاب پایا جانا بھی ہے۔ کیونکہ جب کسی کلام کو لوحِ کتابت پر تحریر کیا جاتا ہے تو وہ لوح اپنی تحریر کے ساتھ حفاظت میں لائی جاتی ہے۔ پس ان معنوں میں قرآن (جو پڑھنے کا مفہوم بھی اپنے اندر رکھتا ہے) بذریعہ تحریر کتاب کی صورت اختیار کرنے سے پڑھنے کے بالمقابل اور بھی محفوظ ہو گیا۔ اور تحریر اور کتابت میں آجانے کی وجہ سے جو حفاظت کا بہترین طریق ہے قرآن کریم کی نسبت فرمایا گیا کہ لوحِ محفوظ میں ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کو لاکھوں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں مطبوعہ و غیر مطبوعہ صورت میں لکھا گیا۔ اور مختلف قوموں نے مختلف ملکوں اور اوقات میں اسے اس حد تک لکھا کہ حفاظت کا وعدہ لوحِ محفوظ کی شکل میں صرف اسی کے حق میں پورا ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کو "کتاب اللہ" کا نام بھی دیا گیا جو مفہوم کے اعتبار سے لوحِ محفوظ کا ہم معنی اور مترادف ہے۔

نہم۔ لوحِ محفوظ سے مراد وحی الٰہی کے معیار صدق پر پورا اُترنے والا کلام بھی ہے۔ یعنی وحی اللہ الصادق۔ اس صورت میں بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ سے آیت کا ربط یہ ہوگا کہ کافر تکذیب کرتے ہیں حالانکہ قرآن کریم لوحِ محفوظ میں ہے یعنی معیار صدق پر پورا اُترنے کی وجہ سے وحی صادق ہے نہ کہ کذب و افتراء۔ چنانچہ :-

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (بقرہ رکوع ۳)
لاؤ ایک سورۃ اس کی مثل

اور لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (بنی اسرائیل رکوع ۱۰)
اس کی مثل نہیں لا سکیں گے

کی تحدی نیز

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ الخ (قلم رکوع ۱)
قسم ہے دوات اور قلم کی اور اس چیز کی جو وہ لکھتے ہیں۔

کے معیار صدق سے ثابت ہو رہا ہے کہ قرآنی وحی کذب سے پاک اور معیار حقیقت کی رُو سے لوح محفوظ میں ہے۔

دہم۔ لوح محفوظ کا لفظ جب صفات الٰہیہ کی نسبت سے استعمال ہو اور اس کا مفہوم صفات تشبیہی کے ماتحت بطور استعارہ پایا جاتا ہو تو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت (مع صفت علم و ارادہ) کی وہ تجلّی ہے جو بصورت افعال الٰہیہ ظاہر ہوتی ہے۔ اور بطور استعارہ اس کا یہ مطلب ہوگا کہ لوح تختی کو بھی کہتے ہیں جس پر قلم سے لکھا جاتا ہے۔ اور جو کچھ تختی پر لکھا جاتا ہے وہ قلم کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور جو کچھ تختی پر ظاہر ہوتا ہے وہ قلم کے باطن میں پایا جاتا ہے۔ پس صفات الٰہیہ کا قبل از ظہورِ افعال قلم کا مرتبہ ہے اور بعد از ظہورِ افعال لوح محفوظ کا مرتبہ۔ اور چونکہ صفات الٰہیہ کی تجلّیات افعال کے بے شمار انواع و اقسام کا منبع ہے۔ لیکن باوجود اس کثرت کے ہر ایک فعل اپنی اپنی صفت کی مناسبت کے ساتھ ظہور فرما ہوتے ہوئے بحکم:-

كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ (پ ۱۳ رعد رکوع ۱) — ہر چیز اس کے پاس ایک اندازہ کے ساتھ ہے۔

Digitized by Khilafat Library

اور حسب ارشاد:-

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (یٰس رکوع ۳) — ہر ایک اپنے محور میں گھومتا ہے۔

ایک خاص اندازے کے ساتھ اپنے اپنے دائرہ عمل میں چکّر لگا رہا ہے۔ اس لئے صفات کی تجلیات جو افعال غیر محدودہ کی اقسام میں ظاہر ہوتی ہیں یہ نہیں کہ شاخ در شاخ افعال کی تاثیرات سے کسی لحاظ سے بھی انہیں غیر محفوظ کہا جا سکے۔ پس ان معنوں میں صفات کا وہ مرتبہ جو قلم کی تشبیہ میں پایا جاتا ہے بعد از ظہور افعال اسے مرتبہ لوح محفوظ میں تسلیم کرنا سرّ مرموز کا مثالی انکشاف ہے۔

یازدہم۔ لوح محفوظ سے مراد صفات الٰہیہ کا وہ محفوظ مرتبہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کی ازلی ابدی شان سے ہے جو دائرہ حدوث اور اسکے متعلقات و لوازم سے بہت ہی بالا ہو کر تعلق رکھتا ہے۔ اور باوجودیکہ دائرہ حدوث کی تمام رونق اسباب وجودیہ کے اعتبار سے افعال الٰہیہ کے اثرات کا ظہور ہے اور افاضہ و استفاضہ کے لحاظ سے بحار فیوض کا ہر آن تموّج مخلوقات کے وجود کے قیام اور بقاء کا سہارا بنا ہوا ہے پھر بھی صفات الٰہیہ کا ہر قسم کی کمی واقع ہونے سے محفوظ ہونا اور رہنا لوح محفوظ کے معنوں میں اصل نقش اور اسکے انعکاس کی تصویر ہے۔

دوازدہم۔ اور روح المعانی میں حضرت ابن عباسؓ سے جو یہ روایت آئی ہے کہ:-

طُوْلُهٗ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَعَرْضُهٗ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ — لوح محفوظ کا طول اتنا ہے جتنا آسمان اور زمین کا درمیانی فاصلہ ہے اور اس کا عرض اتنا جتنا مشرق و مغرب کا درمیانی فاصلہ۔

اس میں لوح محفوظ کا نقشہ تمثیلی زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ بلندی سے پستی کے لحاظ سے طول بلحاظ تاویل متشابہات صفات الٰہیہ کا نزول بذریعہ افعال ہے جیسا کہ حدیث النزول سے ظاہر ہے۔ اور مشرق سے مغرب کے لحاظ سے عرض باعتبار ماولیت صفات الٰہیہ کا انتشار نورانیت ہے ۔

ایک سوال کا جواب

سوال :- ہم کو اس زمانہ میں کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ کامل تعلیم موجود ہے۔ پھر کسی نبی کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں صرف اس تعلیم کی ترویج اور اسے سمجھانے کی ضرورت ہے جو علماء کر سکتے ہیں۔

جواب :- ممکن ہے یہ بات درست ہو۔ مگر آپ کے خیال میں۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ جو آپکا خیال ہو وہی درست ہو۔ بچّہ مدرسہ نہیں جاتا کہ مجھے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ لڑکی روتی ہے کہ مجھے شادی کی ضرورت نہیں۔ بیمار چیختا ہے کہ مجھے دوا اور غذا کی قطعاً حاجت نہیں۔ قیدی چلّاتا ہے کہ مجھے کیوں قید کرتے ہو یا مجھ پر کیوں مقدمہ چلاتے ہو میں بے گناہ ہوں۔ مگر کیا ان لوگوں کے کہنے سے ماں باپ یا تیماردار یا گورنمنٹ اپنے کام بند کر دینگے؟ زمیندار کہتا ہے کہ اب بارش کی ضرورت نہیں۔ کیا اس کے کہنے سے بارش بند ہو جائیگی۔ سو جب خدا کی طرف سے ایک بارش آئی تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ بارش ہے یا نہیں۔ یہ کہنا کہ وہ بارش نہیں کیونکہ ہماری رائے میں اس کی ضرورت نہ تھی انتہا درجہ کی کوتاہ عقلی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایک نبی برپا کر دیا جس نے دعویٰ کر دیا۔ اب یہ دیکھو کہ وہ سچا ہے یا نہیں اس کے پاس نشانات نبوّت ہیں یا نہیں۔ وہ گذشتہ نبیوں جیسا ہے یا نہیں۔ یہ تو ہے سیدھا طریقہ۔ لیکن یہ کہنا کہ ہمارے نزدیک اس کی ضرورت نہیں یہ غلط طریقہ ہے۔ کیونکہ دوسرے لوگوں کے نزدیک اس کی ضرورت ثابت ہے۔ اور خدا کے نزدیک ضرورت ثابت ہے۔ فرشتوں نے بھی آدمؑ کی ضرورت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ اور ابلیس نے تو اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ کہدیا تھا مگر دونو غلطی پر تھے۔ فرشتوں نے یہی تو کہا تھا کہ تعلیم اور اس کے عامل دونو موجود ہیں:-

نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (بقرہ رکوع ۴) ہم تیری تسبیح و تحمید اور تقدیس کرتے ہیں۔

پھر آدمؑ کی کیا ضرورت ہے؟ ہاں آپ یہ پوچھ سکتے ہیں کہ اس زمانہ میں یہ ضرورت خدا تعالیٰ اور مومنوں کے نزدیک کیونکر ثابت ہے؟ سو خدا کے نزدیک تو اس طرح ثابت ہے کہ اس کے مخلص بندوں کی کوئی جماعت نہ رہی تھی اس شخص کی وجہ سے عباد اللہ کی ایک جماعت قائم ہو گئی اور ہمارے لئے ضرورت اس طرح ثابت ہے کہ ہمیں کوئی خدا سے ملانے والا نہ تھا۔ اس شخص نے یہ کام کر کے دکھا دیا اور ہماری احتیاج کو پورا کر دیا۔ لیکن آپکے غور کرنے کے لئے حسب ذیل باتیں پیش کیجاتی ہیں۔ سُنئے:

(۱) یہ درست ہے کہ قرآن میں سب ہدایت موجود ہے مگر قرآن جب اُترا تھا تو اُسوقت نبی کیوں ساتھ آیا تھا

(۲) دنیا میں خدا کی کتابیں تھوڑی اور معدودے چند ہیں لیکن ہر اُمّت میں کئی کئی نذیر آئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کتاب سے بڑھکر نبی کی ضرورت ہے۔ اور زیادہ کثرت سے ضرورت ہے۔

(۳) کتاب الٰہی پر عمل کرانے کیلئے صرف کہہ دینا کافی نہیں بلکہ ایک خاص قوّت قدسی کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ خدا کی طرف سے سوائے انبیاءؑ کے دوسروں کو نہیں ملتی۔ ہر شخص میں یہ قوّت نہیں ہوتی جبتک وہ خدا کی طرف سے مامور نہ ہو۔

Digitized by Khilafat Library

(۴) خود کتاب الٰہی کے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے مطہّر انسانوں کی ضرورت ہے۔ اور مطہّر کے معنی خود پاک ہونیوالے کے نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے پاک شدہ کے ہیں۔ اور انبیاءؑ ہی وہ پاک شدہ قوم ہوتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے۔

(۵) اس زمانہ میں تقویٰ ہی مفقود ہے تو اس تعلیم کو عام علماء کس طرح ترویج دے سکتے ہیں۔

(۶) مسلمانوں اور خصوصًا اُن کے علماء کی توجّہ دین کی طرف سے بالکل ہٹ چکی ہے۔ اور سب دُنیا کمانے میں منہمک ہیں۔ اور آوے کا آوا بگڑ چکا ہے۔ تو کیا اب بھی الٰہی مُصلح کی ضرورت نہیں؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ جو علمائے دین ہیں وہ جمیعۃ العلماء کی طرح ہندو پرست یا زرپرست یا لیڈری پرست ہو چکے ہیں۔ جو دیندار اور بزرگ کہلاتے ہیں ان کا ظاہر اور ہے اور باطن اور۔ چال چلن بگڑ گئے ہیں۔ خدا کے گھر بدکاری کے اڈّے بنے ہوئے ہیں۔ جو علم ہے وہ محض قشر اور چھلکا ہے۔ تزکیہ نفوس معدوم۔ صوفیا اور واعظین ان سے بھی بڑھ گئے ہیں۔ اور کوئی قسم شرک اور ناجائز طور پر کمانے کی نہیں جس پر وہ عامل نہ ہوں۔ سوائے مقوّی اور اعلیٰ کھانے۔ عمدہ پہننے۔ اور تکبّر کرنے کے ان کو آتا ہی کیا ہے؟ ہاں بعض بعض عورتوں کے اغوا میں بھی کمال رکھتے ہیں۔

(۷) عوام کی حالت یہ ہے کہ رسول کی جگہ رسوم نے لے لی یہی وجہ ہے کہ رسول کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتے۔

(۸) لاکھوں کھلم کھلا مرتد ہو گئے۔

(۹) اسلامی عقائد اور احکام پر تسلّی نہیں رہی نہ یقین رہا۔ بلکہ کرید کر معلوم کرو تو دہریہ ہیں۔

(۱۰) اُمراء کا یہ حال ہے کہ ان کا دین اور خُدا صرف دولت اور عیش پرستی ہی ہے۔ راستبازی۔ دین کی تڑپ اور اشاعت اسلام سے ایسے دُور ہیں جیسے نُور سے ظلمت۔

(۱۱) یہ زمانہ اشاعت کا تھا۔ اور اسلام کی اشاعت ابھی تک دلائل و براہین سے نہیں ہوئی تھی کیونکہ جنگوں نے مسلمانوں کو دم نہیں لینے دیا تھا۔ اب تیرہ سو سال کے بعد وہ امن اور سامان اشاعت اور قوموں کے آپس میں ملنے جُلنے کے حالات پیدا ہوئے تھے کہ دنیا میں اس سے پہلے

کبھی موجود نہ تھے۔ پس ضرور تھا کہ اس وقت تکمیل اشاعت اسلام کے لئے ایک عظیم الشان رسول بھیجا جاتا جو دلائل و براہین سے اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرتا۔

(۱۲) پھر یہ کہنا کہ نبی کی ضرورت نہیں اس لئے بھی غلط ہے کہ اسوقت دنیا میں عیسائیت کا غلبہ ہے۔ ہندوستان میں آریہ لوگوں کا غلبہ ہے۔ بدھ مذہب کا دنیا کے ایک بڑے حصہ پر غلبہ ہے۔ پھر دنیا پر لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا وعدہ کیونکر اور کب پورا ہوگا۔ اسوقت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خود آنے کی ضرورت ہے کیونکہ تمام مذاہب نے اسلام پر ہر طرف سے ایک یورش کر دی ہے۔ پس ضرورت ہے کہ کوئی مبعوث ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کام کو پورا کرے۔

اب آپ پر ہمارا سوال ہے کہ کوئی نبی کیوں آتا ہے؟ اور جس لئے وہ آتا ہے کیا وہ حالات اب موجود ہیں یا نہیں؟ اگر کتاب کافی ہوتی تو موسیٰؑ کے بعد کوئی نبی بنی اسرائیل میں نہ آتا۔ آخر یہی قرآن ہے جس سے اسلام کا ہر فرقہ استمساک کرتا ہے۔ کیا آپ کے نزدیک شیعہ خارجی اہل حدیث نیچری وغیرہ سب فرقے قرآن میں سے درست تعلیم نکال رہے ہیں؟

سب سے پہلے توحید ہی کو لے لو۔ ایک انسان (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو ۲ ہزار سال سے زندہ سمجھا جاتا ہے۔ اسے بعض پرندوں کا خدا اور خالق اور مُردے زندہ کرنیوالا اور عالم الغیب بھی مانا جاتا ہے۔ یا دجّال کا حال دیکھو کہ اسے حقیقی طور پر جنّت دوزخ پیدا کرنیوالا، مار کر پھر زندہ کرنیوالا، غیب دان اور الٰہی طاقتوں کا مالک یقین کیا جاتا ہے۔ پھر عصمت انبیاءؑ کو لے لو۔ اور اپنے علماء سے ہی پوچھ دیکھو کہ زینبؓ کا قصہ کیا تھا۔ اوریا کی بیوی کا کیا حال تھا۔ سلیمانؑ کیسا تھا۔ آدمؑ نے کیا کیا تھا۔ ابراہیمؑ کیا کہا کرتا تھا۔ یونسؑ کیا اعتقاد رکھتا تھا۔ موسیٰؑ کے اعمال کیسے تھے۔ انبیاءؑ کے بعد خلافت کے جھگڑوں کو دیکھو اور شیعہ سُنّی اور خوارج کے اختلافات پر غور کرو۔ پھر خود قرآن مجید کے متعلق جو اختلافات ہیں اور صفات الٰہی میں جو اُلجھنیں ان لوگوں نے ڈال رکھی ہیں۔ انہیں دیکھو۔ غرض ذات باری سے لیکر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسئلہ تک اسقدر اور اتنے تنازعات اور اختلافات ہیں کہ کوئی غیر مامور ان کو صاف نہیں کر سکتا۔ اس لئے ضروری تھا کہ ایک حَکَم آتا جو ان تمام باتوں کا فیصلہ کرتا تاکہ لوگ ہدایت پاتے۔

اسی طرح نبی کا کام ایک جماعت تیار کرنا بھی ہوتا ہے۔ بغیر نبی کے وجود کے کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی جماعت دنیا میں قائم نہیں ہوئی۔ جب انشقاق اور تفرقہ ایک حد کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک شمع روشن کرتا ہے تاکہ اس کے پروانے اس کے گرد جمع ہو جائیں۔

اسی طرح نبی کا کام ہے کہ دلائل سے حق کو حق ثابت کرے اور انسانی عقلوں کو تسلّی دے۔ اور

یہ بھی اسی کا کام ہے کہ نشانات کے ذریعہ ایمان کو پیدا کرے۔ خدا تعالیٰ محض عقل سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ تازہ نشانات سے اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ نشان نبی کی معرفت ہی دنیا میں نازل ہوتے ہیں۔ ہر شخص اس بات کا اہل نہیں کہ الٰہی نشان اس کو دیئے جائیں۔ اس طرح تو تمام سلسلہ نبوت ہی باطل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح نئے علوم نبی پر نازل ہوتے ہیں۔ اِس زمانہ میں ملائکہ۔ نبوت۔ تقدیر۔ وحی۔ اور وجود باری اور حکمت احکام الٰہی وغیرہ سب عقائد بے دلیل رہ گئے تھے۔ جو لوگ بظاہر مومن تھے وہ بھی در اصل متزلزل تھے یہ علم جو مسیح موعود علیہ السلام کی معرفت آیا ہے پہلے بالکل مخفی اور معدوم تھا۔

اسی طرح تائید و نصرت الٰہیہ سے مخالفین پر غلبہ پاکر خدا کے وجود اور اسلام کی حقانیت کو دُنیا پر ظاہر کرنا سوائے ایک نبی کے کسی دوسرے کا کام نہیں ہو سکتا۔ اور ایک شخص نے جب یہ کام کر کے دکھا دیا تو کیا پھر بھی نبوت کی ضرورت مشتبہ ہی رہی؟ کیا لیکھرام اور شردھانند اور قادیان کے آریوں کے نشان کے بعد کوئی عقلمند آریہ اسلام کے مقابل کھڑا ہو سکتا ہے۔ یا آتھم ڈوئی وغیرہ کے نشان کے بعد عیسائی لوگ احمدیت کے مقابل پر دم مار سکتے ہیں۔ یا احمد بیگ الٰہی بخش اور درجنوں طاعون زدہ علماء کے نشان کے بعد یہ مولوی اور علماء اس زمانہ کے نبی کی جماعت سے آنکھ ملا سکتے ہیں۔ پس کسی چرب زبان فلسفی کی ضرورت دُنیا کو نہ تھی بلکہ ایک ایسے سچے نبی کی ضرورت تھی جو خدا تعالیٰ کی ظاہر و باہر نصرتوں کے ساتھ اس کے وجود کو ثابت کرے۔

علاوہ ازیں نبی کی ضرورت یہ بھی تھی کہ وہ ایک جماعت اپنے جانشینوں کی اپنے پیچھے چھوڑے جو اگلے نبی کی آمد تک کام کرتی رہے۔ اور عقلمند پر واضح ہو جائیگا کہ یہ فضیلت سوائے جماعت احمدیہ کے اور کسی قوم کو حاصل نہیں ہے۔

Digitized by Khilafat Library

ایک ضرورت نبی کی یہ بھی ہوتی ہے کہ مرور زمانہ کی وجہ سے دُنیا کی قوموں کی سزا بہت ساری جمع ہو جاتی ہے اور جب ان کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے اور عذاب موعود نازل ہونے کو ہوتا ہے تو ساتھ ہی رحمت خداوندی بھی جوش میں آتی ہے اور اس عذاب سے رہائی کا سامان یعنی حبل اللہ یا نبی ساتھ ہی نازل ہوتا ہے تاکہ جو اُس کی طرف چلا آئے وہ ان عذابوں سے بچ جائے جو دُنیا کی تقدیر میں لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ پس اس زمانہ میں جب عالمگیر عذابوں، جنگوں، زلزلوں، وباؤں، بے اطمینانیوں، مظالم اور تکالیف کا مسلسل نزول ہو رہا ہے تو اس نبی کو بھی ڈھونڈو جو اِن عذابوں سے بچانے کے لئے بموجب سُنۃ اللہ نازل ہونا ضروری تھا۔

نبی خدا تعالیٰ کا قائم مقام ہوتا ہے۔ پس جب خدا لوگوں کے دلوں سے نکل جاتا ہے تو ان خالی

اور بے ایمان دلوں میں پھر دوبارہ خدا تعالیٰ بذریعہ نبی کے ہی داخل ہوتا ہے اور وہ تمام صفات الٰہیہ اپنے ساتھ لیکر آتا ہے تاکہ گم شدہ ایمان کو پھر قائم کرے اور دُنیا کو ظلمت سے نور کی طرف لے جائے۔

اگر کتاب ہی کافی ہوتی تو آج تمام مسلمان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح ہوتے۔ بلکہ ان سے بڑھ کر۔ کیونکہ اس زمانہ میں جس قدر قرآن کی اشاعت ہوئی ہے اتنی کسی پہلے زمانہ میں نہ تھی۔ مگر ایمان اور اعمال کا جو حال ہے وہ ظاہر ہے اس لئے ثابت ہو گیا کہ کتاب اللہ بغیر نبی کے کافی نہیں ہے۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ سب سے موٹی دلیل یہ ہے کہ آیا مدّعی نے نبوّت کے یہ تمام کام کر کے دکھا دیئے یا نہیں۔ درخت تو اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ کیا اس نے دلائل و براہین سے اسلام کو غالب نہیں کیا؟ کیا اس نے نشانات سے غیر مذاہب کو مغلوب نہیں کیا؟ کیا اس نے ایک خادمِ دین جماعت اور ایک پاک سلسلہ پیدا نہیں کیا۔ اور ایک ایسی منظّم فوج نہیں بنائی جس کے مقابل پر دوسرے لوگ پراگندہ بھیڑوں کی طرح ہیں؟ کیا اس نے ۱۳ سو سالوں کے تمام جھگڑوں کا بہترین فیصلہ نہیں کیا؟ کیا اس نے انبیاءؑ کو معصوم، قرآن مجید کو خدا کی آخری کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ نبی اور اسلام کو زندہ مذہب ثابت نہیں کر دیا؟ کیا اس نے وہ بابرکت علم کلام ہم کو نہیں بخشا جس سے آج ہمارے مخالفین بھی فائدہ اُٹھا رہے ہیں اور اس کی فوقیت کو تسلیم کر رہے ہیں؟ کیا اس نے دہریّت، نیچریت، بہرہمو ازم، آریہ دھرم اور عیسائیت کے اثرات کو مسلمانوں پر سے زائل نہیں کر دیا؟

Digitized by Khilafat Library

جو شخص نبی جیسی نعمت اور رحمت کو کہتا ہے کہ ہم کو اس کی کیا ضرورت ہے وہ بدقسمت ہے۔ نبی خدا کا قائم مقام ہے۔ کیا ہمیں خدا کے نمونہ، خدا کے فوٹو، خدا کے مظہر کی ضرورت نہیں؟ ہاں کوئی نبوّت کا دعویٰ کرے تو یہ تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اے مدّعی تو اپنے نشاناتِ نبوّت پیش کر اور اپنا مامور ہونا ثابت کر۔ مگر یہ کبھی نہیں کہہ سکتے کہ ہم کو نبی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ایک وقت میں دو دو مدّعی بھی ہونگے تو بھی انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ کیا ہارونؑ اور موسیٰؑ دونوں ایک وقت میں نہ تھے۔ اسی طرح اگر پے در پے نبی آئیں پھر بھی انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ ہم سے پہلے سلسلوں میں ابراہیمؑ اسحٰقؑ یعقوبؑ یوسفؑ اور ذکریاؑ یحییٰؑ عیسیٰؑ اور داؤدؑ سلیمانؑ مسلسل اور ایک دوسرے کے بعد مبعوث ہو چکے ہیں۔

اسلامی دُنیا کے اعداد و شمار

(ترجمہ از ریویو آف ریلیجنز انگریزی بابت ماہ جون ۱۹۳۸ء)

ربع مسکون میں مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ کرنے کے لئے اب تک بہت سی کوششیں ہو چکی ہیں لیکن چونکہ اسلامی دُنیا کے بعض حصوں میں صحیح اعداد و شمار حاصل کرنے کے ذرائع مفقود ہیں اس لئے مختلف اندازوں میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ جہاں سرکاری معلومات نہیں ملتیں وہاں ایک موٹا اندازہ کر لیا جاتا ہے اور اس طرح آبادی کا شمار ایک تخمینے پر ہوتا ہے۔

جو اعداد و شمار شائع و متعارف ہیں اور جن کا عموماً حوالہ دیا جاتا ہے وہ لوئی میسگنن (Louis Massignon) کے مہیا کردہ ہیں جنہیں اس نے اپنی تصنیف Annuaire du monde Musulman کے تیسرے ایڈیشن میں جو ۱۹۲۹ء میں پیرس سے شائع ہوئی تھی درج کیا ہے۔ تاہم اس کے درج کردہ بہت سے اعداد غلط اور نادرست ہیں۔ اور اس صحیح اندازہ سے بہت کم ہیں جو بعض بڑے بڑے اسلامی ممالک کی سرکاری رپورٹوں میں دیئے گئے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

ذیل میں ہم کامل اعداد کی شکل میں اسلامی دنیا کے مجموعہ اعداد و شمار (جن کی بنیاد جدید ترین سرکاری اعداد و شمار پر ہے) کی مساحت مندرجہ ذیل کتب سے لیکر پیش کرتے ہیں:۔

1 The statesman's Year Book.
2 Annuaire statistique de la societe des Nation.
3 Political Hand Book of the world.

جہاں سے سرکاری معلومات حاصل نہیں ہو سکیں قابل اعتماد ذرائع کے پیش نظر ایک تخمینہ کر لیا گیا ہے۔

مسلمان دنیا میں جس نسبت سے منقسم ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی اکثریت ایشیا میں پائی جاتی ہے، افریقہ میں اسلام کے متبعین کی تعداد دوسرے تمام مذاہب والوں سے کئی گنا بڑھ کر ہے۔ وہ کُل آبادی کے نصف سے زیادہ ہیں۔ یورپ میں مسلمان زیادہ تر ریاستہائے بلقان اور جنوبی رُوس میں پائے جاتے ہیں۔ اور ان کی مجموعی تعداد کئی ملین ہے۔ شمالی اور جنوبی امریکہ میں مسلمان چند لاکھ ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

افریقہ

مصر	۱۵،۰۰۰،۰۰۰
مصری سوڈان	۵،۰۰۰،۰۰۰
طرابلس	۱،۰۰۰،۰۰۰
ٹیونس	۲،۳۳۵،۰۰۰
فرانسیسی مراکو	۵،۸۹۸،۰۰۰
الجیریا	۶ ۲۴۷،۰۰۰
مراکو (مغرب الاقصیٰ)	۵،۰۰۰،۰۰۰
ہسپانوی منطقۃ النفوذ	۷۰۰،۰۰۰
تانجیر	۶۰،۰۰۰
سنغال	۱،۴۰۰،۰۰۰
فرانسیسی سوڈان باستثنائے صحراء	۱،۵۰۰،۰۰۰
فرانسیسی سوڈان صحراء	۶۰۰،۰۰۰
فلتا العلیا	۶۰۰،۰۰۰
غانہ (فرانسیسی)	۲،۰۰۰،۰۰۰
ساحل العاج تخمینہ	۱،۰۰۰،۰۰۰
داہومی	۶۰۰،۰۰۰
ٹوگولینڈ	۵۰۰،۰۰۰
کمرون	۱۰۰۰،۰۰۰
مستعمرۃ النیجر	۱،۲۰۰،۰۰۰
دکار	۸۰،۰۰۰
موریٹینیا	۴۰۰،۰۰۰
صحرائے اعظم تخمینہ	۲۰،۰۰۰،۰۰۰
غمبیہ	۳۰۰،۰۰۰
گولڈ کوسٹ	۲۰۰،۰۰۰

سیرالیون	۲،۰۰۰،۰۰۰
نائیجیریا	۱۱،۰۰۰،۰۰۰
غانہ (پرتگیزی) تخمینہ	۳۰۰،۰۰۰
لائبیریا	۱،۰۰۰،۰۰۰
ریودورو	۷۰،۰۰۰
غابن	۳۰۰،۰۰۰
وسطی کانگو	۴۰۰،۰۰۰
یوبانگی شاری	۱۴۰،۰۰۰
برطانوی کمرون	۵۰۰،۰۰۰
سلسلۂ چاڈ	۱،۱۰۰،۰۰۰
جزیرہ کیپ ورڈے	۶۰،۰۰۰
انجولا	۱،۰۰۰
جنوب مغربی افریقہ	۱۰۰،۰۰۰
جنوبی افریقہ	۱۵۰،۰۰۰
مشرقی افریقہ (پرتگیزی)	۱،۰۰۰،۰۰۰
بیچوآنا لینڈ (برطانوی)	۵۰،۰۰۰
بیلجیمی کانگو	۲۰۰،۰۰۰
نیاسالینڈ (برطانوی)	۵۰۰،۰۰۰
جزیرہ رونین (فرانسیسی)	۵،۰۰۰
مدغاسکر (فرانسیسی)	۸۰۰،۰۰۰
موریشس	۱۰۰،۰۰۰
جزیرہ سیچیلس	۵،۰۰۰
زنجبار و پمبا	۴۰۰،۰۰۰
کینیا کالونی	۲،۰۰۰،۰۰۰

ٹانگانیکا	۱،۰۰۰،۰۰۰	اطالوی سومالی لینڈ	۱،۰۱۰،۰۰۰
یوگنڈا	۱،۰۰۰،۰۰۰	ایریٹیریا	۳۳۰،۰۰۰
برطانوی سومالی لینڈ	۳۵۰،۰۰۰ تمام مسلمان ہیں	ایبے سینا تخمینہ	۵،۰۰۰،۰۰۰
فرانسیسی سومالی لینڈ	۲۳۰،۰۰۰		

یورپ

البانیا	۸۰۰،۰۰۰ ۸۰ فیصدی مسلمان ہیں	فرانس	۲۰۰،۰۰۰
یوگوسلاویہ	۱،۷۵۰،۰۰۰	برطانیہ عظمیٰ	۳۰،۰۰۰
بلگیریا	۷۸۰،۰۰۰	بیلجیم	۵،۰۰۰
رومانیہ (سنہ ۱۹۳۴ء)	۲۶۰،۰۰۰	ہالینڈ۔جرمنی۔اسٹریا	۶،۰۰۰
یونان (سنہ ۱۹۲۸ء)	۱۸۰،۰۰۰	اٹلی سپین	۶،۵۰۰
پولینڈ و لیتھونیا	۱۲،۰۰۰	قبرس	۶۵،۰۰۰
فن لینڈ	۳،۰۰۰	رہوڈس	۱۵،۰۰۰
ہنگری	۳،۰۰۰		

Digitized by Khilafat Library

ایشیا

ترکی	۱۵،۰۰۰،۰۰۰	سقوطرہ	۱۲،۰۰۰
شام و لبنان	۳،۰۰۰،۰۰۰	ایران	۱۵،۰۰۰،۰۰۰
فلسطین	۸۲۵،۰۰۰	افغانستان	۱۰،۰۰۰،۰۰۰
ٹرانس یردن	۴۰۰،۰۰۰	ہندوستان	۸۲،۰۰۰،۰۰۰
عراق	۳،۰۰۰،۰۰۰	بورنیو (برطانوی)	۲۷۰،۰۰۰
حجاز، نجد، عمان، یمن، کویت، حضرموت	۱۲،۰۰۰،۰۰۰	برونی	۳۳،۰۰۰
بحرین	۱۲۰،۰۰۰	ساراواک	۱۲۰،۰۰۰
شارجاہ۔راس الخیمہ۔دبئی ام القوین۔اجمن۔ابوظبی	۱۵۰،۰۰۰	سیلون بلوچستان	۶۰۰،۰۰۰ ۸۲۰،۰۰۰
عدن و پیرم	۵۱،۰۰۰	سٹریٹس سیٹلمنٹ	۸۰۰،۰۰۰
قطر	۳۰،۰۰۰	ملایا سٹیٹس	۱،۱۰۰،۰۰۰

سیام	۶۰۰٬۰۰۰	ڈچ انڈیز	۵٬۵۰۰٬۰۰۰
چین	۵۰٬۰۰۰٬۰۰۰	رُوس (مشرقی و غربی)	۳۰٬۰۰۰٬۰۰۰
تبّت	۱۰٬۰۰۰	فرانسیسی ہندی } چین }	۵۰۰٬۰۰۰
منچوکیؤ	۲٬۰۰۰٬۰۰۰		
منگولیا	۳٬۰۰۰٬۰۰۰	جاپان	۱٬۰۰۰

امریکہ

شمالی امریکہ	۱۰۰٬۰۰۰	فلپائن	۲٬۰۰۰٬۰۰۰
جنوبی امریکہ	۴۰۰٬۰۰۰		

ان حقائق کے پیش نظر کہ بہت سے ممالک بالخصوص افریقہ کے صحیح اعداد و شمار مہیّا نہیں ہو سکے اور بہت سی صورتوں میں مہیّا کردہ اعداد و شمار غیر مکمّل ہیں اور بعض جگہ پُرانے اعداد کو اختیار کر لیا گیا ہے۔ پورے اطمینان سے کہا جا سکتا ہے کہ دُنیا میں چار سو ملین یعنی چالیس کروڑ مسلمان آباد ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

مندرجہ بالا نقشہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ مسلمان دُنیا میں آسٹریلیا کو چھوڑ کر باقی براعظموں

میں ذیل کی نسبت سے پھیلے ہوئے ہیں:۔

ایشیا۔	۲۸۶۴۴۲۰۰۰
افریقہ۔	۱۰۳۶۰۱۰۰۰
یورپ۔	۴۱۱۵۵۰۰
امریکہ۔	۲۵۰۰۰۰۰

اسلامی حکومتوں میں مسلمانوں کی کُل تعداد سات کروڑ چار لاکھ بیس ہزار ہے *

اِرشاد اللبیب الی کسر الصلیب

یعنی

شہادۃ القرآن مصنفہ میر سیالکوٹی صاحب کا جواب

(۲)

آیت شُبِّہَ لَهُمْ پر میر صاحب کے شبہات کا ازالہ

مولویصاحب اپنی بیان کردہ صورت اوّل کے متعلق لکھتے ہیں:- "باقی رہی صورت اوّل، سو اسکو جملہ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَهُمْ سے پورا پورا تعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ یہود نے مسیح کو قتل نہیں کیا اور نہ انہوں نے اُسے صلیب پر چڑھایا، لیکن کسی ایسے شخص کو صلیب پر چڑھایا جو اُن کیلئے از رُوئے مکر کے مسیح کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا" (ص۷۳)

اقول:- مشہور ہے کہ کسی نے ایک بھوکے سے پوچھا تھا کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں، اس نے جواب دیا کہ چار روٹیاں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے، چونکہ ان کے دماغ میں یہ خیال جما بیٹھا ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب کے نزدیک نہیں گئے اور یہود ان کو ہاتھ تک نہیں لگا سکے اس لئے آیت وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَهُمْ کے الفاظ کو دیکھتے ہی فوراً اس وہم اور شبہ میں گرفتار ہو گئے کہ حضرت مسیحؑ کا کوئی شبیہ (ہم شکل) مقتول و مصلوب ہوا تھا۔ مگر اس نامعقول زعم پر ایک نہایت ہی وقیع اعتراض پڑتا ہے۔ اور وہ یہ کہ فعل شُبِّہَ میں جو واحد مذکر غائب کی ضمیر مستتر ہے اس کا مرجع اگر مسیحؑ کا کوئی ہمشکل ہے تو وہ سابقاً مذکور نہیں اور ظاہر ہے کہ غیر مذکور شخص کی طرف ضمیر نہیں پھر سکتی۔ بلکہ علم نحو میں تو ضمیر قبل ذکر مرجع کے بھی ممنوع قرار دی گئی ہے (سوائے اس صورت کے کہ مرجع گو لفظاً مؤخر ہو مگر رتبۃً مقدم ہو) لیکن یہاں تو سِرے سے اس خیالی مرجع کا ذکر ہی نہیں، نہ آگے نہ پیچھے۔ پھر اسکی طرف ضمیر کیسے پھیر دی؟ یہ اعتراض خود مولوی صاحب کو بھی سوجھا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں "اس میں شائد کوئی کوتاہ نظری (؟) سے سوال کرے۔ کہ فعل شُبِّہَ کی اسناد کس کی طرف ہے، کیونکہ اگر مسیح کی طرف مسند کیا جائے تو مسلمانوں کے اعتقاد میں مسیح مشبہ بہ ہیں اور یہاں ذکر مشبہ کا ہے۔ اور اگر کسی اور مقتول و مصلوب کی طرف اسناد کیجائے تو اس کا اوپر ذکر نہیں" (ص۷۳)

پھر اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں۔ "اس کا ایک جواب باتفاق جمہور[5] مفسرین یہ ہے جو امام رازی نے

---

[5] جمہور سے مراد اکثریت ہوتی ہے جیسا کہ "اہلحدیثوں کے پیشوا" (اہلحدیث ۱۷/۷ – ۲۷) اور "سردار" (اہلحدیث ۳۱/۲ – ۲۷) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں "جمہور کے معنے ہیں اکثر فیصدی کم سے کم ۵۱" (اہلحدیث ۲۸ اپریل ۱۹۳۲ء ص۲) لیکن کتب تفاسیر کا مطالعہ کرنیوالے جانتے ہیں کہ مولویصاحب نے یہ ظاہر کر کے کہ گویا مفسرین گذشتہ کی اکثریت کے نزدیک شُبِّہَ کا مسند الیہ "ضمیر مقتول" ہے، سخت مغالطہ دیا ہے۔ اور جو عبارت تفسیر کبیر میں سے نقل کی ہے، اس میں بھی "جمہور مفسرین" کا اشارہ تک نہیں، پس "باتفاق جمہور مفسرین" لکھنا مولویصاحب کی محض ہوشیاری ہے۔ منہ

دیا ہے۔ "اَن یُسنَدَ الی ضمیر المقتولِ لانہٗ قولہ وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ یدل علیٰ انہ وقع القتل علیٰ غیرہ فصار ذٰلک الغیر مذکوراً بھٰذا الطریق فحسن اسناد شُبِّہَ الیہ" (ص۷۶)

اقول۔ مولوی صاحب! محض کسی مفسر کا قول نقل کر دینے سے تو دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا کسی معقول علمی اور تحقیقی دلیل سے آپکو اس کا جواب دینا چاہیئے تھا، جو آپ سے نہ ہو سکا اور نہ انشاء اللہ ہو سکیگا۔ آپ کے فقرہ "اس کا ایک جواب باتفاق جمہور مفسرین یہ ہے" سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ آپ اعتراض مذکور کا، کوئی دوسرا یا تیسرا جواب بھی دینگے۔ مگر آپ نے اسکے بعد اور کوئی جواب نہیں دیا۔ گویا اس کا صرف یہی ایک جواب تھا کہ مفسرین نے ایسا لکھا ہے۔ و بس۔

سو اوّل تو ہر اہل علم جانتا ہے کہ کسی مفسر کا قول حجّتِ شرعی نہیں ہے (اجتہاد و تقلید فصل ششم، علم الفقہ ص۱۷۱ فقہ اور فقیہ ص۱۳) کیونکہ بقول مولوی ثناء اللہ صاحب "نہ وہ قرآن ہے نہ حدیث ہے" (اہلحدیث ۲۱ ستمبر ۱۹۱۷ء ص۵)

Digitized by Khilafat Library

ثانیاً۔ ہم پوچھتے ہیں کہ نفی قتل مسیح سے یہ کیسے لازم آیا کہ کوئی اور ضرور مقتول ہوا تھا؟ کیا اگر یہ کہا جائے کہ مَا جَاءَ زَیْدٌ یعنی زید نہیں آیا۔ تو اِس سے عمرو یا بکر کا آنا لازم آتا ہے؟

ثالثاً۔ خود مفسرین کا اس قول پر اتفاق نہیں ہے بلکہ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ شُبِّہَ کا نائب فاعل خود جار مجرور اعنی لَهُمْ ہے۔ بلکہ مختار عند الجمہور یہی ہے۔ مولوی انور شاہ صاحب دیوبندی لکھتے ہیں۔ آیت کا ظاہر یہی ہے کہ شُبِّہَ کا مسند الیہ، جار مجرور ہے لعل الظاہر انہ مسند الی الجار والمجرور۔ (عقیدہ ص۱۲۰ نیز ملاحظہ ہو سیف ص۱۷۱ و بیضاوی جلد ۲ ص۱۲۸ و بحر محیط جلد ۳ ص۳۹ و روح المعانی جلد ۲ ص۲۱۱ و مدارک جلد ۱ ص۲۹۳ و تفسیر کبیر جلد ۳ ص۵۰۱ و تفسیر ابی السعود و روح البیان جلد ۱ ص۵۱۳ و کشاف جلد ۱ ص۳۳۴ وغیرہا) بلکہ بعض مفسرین نے تو صرف یہی ایک قول تسلیم کیا ہے اس کے سوا کوئی اور معنے کئے ہی نہیں، جس سے ظاہر ہے کہ اُن کے نزدیک یہی معنے درست ہیں۔

اور امام رازی نے جن کا قول آپ نے نقل کیا ہے، اس سوال کے، کہ شُبِّہَ کا مسند الیہ کونسا ہے دو جواب لکھے ہیں، پہلا جواب یہی دیا ہے کہ اس کا مسند الیہ جار مجرور ہے۔ اور پھر دوسرے نمبر پر جواب میں اس توجیہ کا ذکر کیا ہے جو آپ نے درج کی ہے۔ ان کی اصل عبارت یہ ہے:۔

(الاوّل) انہ (ای شُبِّہَ) مسندٌ الی الجارِ والمجرور، و ھو کقولک خُیِّلَ الیہ کانہٗ قیل ولکن وقع لھم الشبہ (الثانی) اَن یسند..... الخ (تفسیر کبیر جلد ۳ ص۵۰۱)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام صاحب موصوف کے نزدیک اقدم، ارجح اور اصح توجیہ یہی ہے۔ ورنہ اوّلاً اس کا ذکر کرنے کی بجائے دوسری وجہ کا ذکر کرتے، جیسا کہ آپ نے کیا ہے کہ امام صاحب کی پہلی بیان کردہ وجہ کا ذکر چھوڑ کر، صرف دوسری کو درج کر دیا ہے۔ ففیہ مافیہ۔ بلکہ قریباً تمام مبسوط تفاسیر میں اوّلاً یہی قول لکھا ہے اور دوسرا قول بعد میں مذکور ہے (ملاحظہ ہوں کتب تفاسیر)۔ پس جبکہ یہ بھی جائز ہے اور خود مفسّرین نے تسلیم کیا ہے بلکہ بعض نے یہ وجہ لکھ کر دوسری کسی وجہ کا ذکر بلفظ قِیْلَ کیا ہے جو تضعیف کیلئے معروف ہے۔ اسے پہلے نمبر پر ظاہر کر دیا ہے کہ یہی قول اصحّ اور ارجح ہے تو اب معاملہ بالکل صاف ہے کہ مسیحؑ کے کسی شبیہ کے قتل کا اس آیت میں اشارہ تک نہیں۔ اور نہ کسی فرضی اور خیالی مثیل کے لئے کوئی سہارا ہے۔ باقی یہ وہم کہ پھر مفسّرین نے کیوں کسی غیر کے قتل کا عقیدہ لکھدیا ہے، کسی دانا کے نزدیک قطعاً کوئی وقعت نہیں رکھتا اور نہ کسی مفسّر کا محض خیالی عقیدہ ہم پر حجّت ہو سکتا ہے۔ قابلِ غور امر صرف یہ ہے کہ جب شُبِّہَ کی اسناد جار مجرور کی طرف کیجائے تو آیا وہ معنے جو ہم کرتے ہیں قواعد کے لحاظ سے ہو سکتے ہیں یا نہیں اگر ہو سکتے ہیں تو پھر شبیہ مسیحؑ کا عقیدہ اور مولوی صاحب کا استدلال قائم نہیں رہ سکتا کیونکہ اس صورت میں شبیہ مسیحؑ کے مسئلہ کی طرف آیت زیر بحث میں ذرہ بھر اشارہ نہیں پایا جاتا۔

اور اگر بالفرض مولوی صاحب کے معنے بھی جائز قرار دیئے جائیں تو چونکہ دوسرا مفہوم بھی ہو سکتا ہے اس لئے اُن کے مسلّم "سردار اہل حدیث" کے مسلّم اصل "مع الاحتمال لایتم الاستدلال (اجتہاد وتقلید ص۶۴ و ارشاد الفحول ص۸) کے ماتحت ان کی دلیل ساقط ہو گئی[1] وھو المراد فی ھذا المقام۔

رابعاً۔ ایک یہ توجیہ بھی مفسّرین نے تسلیم کی ہے کہ شُبِّہَ کا اسناد جملہ منفیہ اولیٰ کے مضمون جملہ کی طرف ہے اور مضمون جملہ کہتے ہیں، کسی فعل عامل کے مصدر کو اس کے معمول کی طرف مضاف کرنے سے حاصل معنے پیدا کرنے کو، پس جملہ اولیٰ منفیہ کا مضمون جملہ قتلہٗ وصلبہٗ ہے اور یہی فعل

---

[1] مولٰنا رشید احمد صاحب محدّث گنگوہی لکھتے ہیں "جب اس میں احتمال ان معنے کا ہُوا تو استدلال درست نہ رہا کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال" (اوثق العری ص۸) نیز مولوی ثناء اللہ صاحب کے نزدیک اگر تفاسیر میں کسی آیت کے متعلق مختلف احتمالات درج ہوں تو وہ آیت بطور دلیل پیش نہیں ہو سکتی، لکھتے ہیں "جہاں احتمالات ہی ہوں وہ آیت دلیل کیونکر ہو سکتی ہے" (مباحثہ حیات وفات مسیحؑ بمقام امرتسر منعقدہ ۶ ص۲۸ سنہ ۱۸۹۲ء)

مجہول کا مسند الیہ ہے یعنی شُبِّہَ الْاَمْرُ لَھُمْ اور مشہور لفظوں میں یوں کہا جائیگا۔ اِشْتَبَہَ الْاَمْرُ عَلَیْھِمْ کہ قتل مسیحؑ یہود پر مشتبہ ہوگیا تھا اور اسوجہ سے وہ یہی خیال کر بیٹھے کہ مسیح مقتول و مصلوب ہوگیا ہے، حالانکہ وہ مقتول و مصلوب نہیں ہوا تھا (ملاحظہ ہو تفسیر بیضاوی روح المعانی و شہاب و صفوۃ العرفان و عقیدۃ الاسلام ص۱۱۷)

اب یہ کہ ان کے لئے کیا مشابہت واقع ہوئی تھی یا یہ امر کیونکر مشتبہ ہوگیا تھا اس کے لئے خواہ مخواہ ایک فرضی شخص کو مسیحؑ کا ہمشکل قرار دیکر مقتول و مصلوب ماننا محض تحکم اور سینہ زوری ہے۔ ہاں اگر کسی دوسری آیت میں اس کی تصریح ہوتی یا کسی مرفوع متصل حدیث میں اس کا بیان ہوتا تو پھر بیشک آپکا دعویٰ قابل تسلیم تھا، لیکن جبکہ قرآن میں یا حدیث میں اس خلاف عقل و فہم عقیدے کا کوئی ذکر تک نہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اسے تسلیم کیا جاسکے۔ پس حقیقت یہی ہے کہ مسیحؑ کی حالت چونکہ مقتول و مصلوب کے مشابہ ہوگئی تھی اس لئے یہود نے یہی خیال کر لیا کہ وہ مر گئے ہیں حالانکہ وہ صلیب سے زندہ ہی اُترے تھے۔

مفسرین کی ان توجیہات کے جواب میں مولوی صاحب لکھتے ہیں "اگر قاضی بیضاوی کی عبارت آپ کے مفید ہے تو قاضی بیضاوی ہی سے پوچھ لیجئے کہ مسیح علیہ السلام کے رفع کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتے ہیں" (ص۴۷)

اقول۔ میں واضح کر چکا ہوں کہ کسی قاضی یا مفتی کا ذاتی عقیدہ اور خیال ہم پر حجت نہیں ہے۔ یہ آپکی ہوشیاری ہے کہ آپنے کتاب کا نام تو "شہادت القرآن" رکھا مگر جا بجا مفسرین کے اقوال درج کر دئیے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم بھی انہی کی تقلید کریں۔ لیکن ہم تو قرآن و حدیث کے سوا کسی کے مقلد نہیں ہیں۔ اس لئے ہوش کر کے ہمارے سامنے مفسرین کا نام لیا کریں۔ کیا آپکو اپنے "سردار اہلحدیث" کی یہ نصیحت یاد نہیں کہ "ہم مسلمانوں میں یہ سخت دستور ہے کہ ہم کسی مفسر کی بات بلا دلیل نہیں مانا کرتے۔ بس اس اصول کو یاد رکھو اور آیندہ کو مفسروں کا نام ہوش سے لیا کرو" (ترک اسلام ص۱۳۹)

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ شُبِّہَ کا اسناد جار مجرور اعنی لَھُمْ اور مضمون جملہ اعنی امر قتل مسیحؑ کی طرف مفسرین نے تسلیم کیا ہے اور اظہر من الشمس ہے کہ اس صورت میں مسیحؑ کے سوا کسی غیر کا مقتول و مصلوب ہونا لازمی اور ضروری نہیں ٹھہرتا جس سے یہ آیت قطعاً آپکے دعوے کی مؤید نہیں رہتی۔

باقی یہ کہ مفسرین نے عقیدۃً یہ کہا اور وہ کہا۔ یہ ہم پر حجت نہیں ہے کیونکہ بقول مولوی ثناء اللہ صاحب "اقوال الرجال نہ قرآن ہیں نہ حدیث ہیں" (اہلحدیث ۲۱ ستمبر ۱۹۱۷ء ص۵) اور آپ بھی تسلیم

کرتے ہیں کہ حجت صرف قرآن اور حدیث ہیں لاغیر (اجتہاد و تقلید صفحہ ۵۵)

قولہ "مفسرین کے آیت کے ذیل میں کئی اقوال کے نقل کرنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ اقوال آپس میں متضاد ہیں۔ اور اُن سے نتیجہ ایک نہیں نکلتا بلکہ یہ معنے ہیں کہ ہر صورت میں نتیجہ ایک ہی ہے۔ اس کے اثبات کی کئی صورتیں ہیں۔ اور جس قول سے نتیجہ اُلٹ نکلتا ہو اس کی تضعیف کردیتے ہیں" (صفحہ ۷)

Digitized by Khilafat Library

اقول۔ ہمیں مفسرین کی اس عادت سے بحث نہیں ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ شُبِّہَ کی اسناد جار مجرور یا الامر کی طرف کرنے سے یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ غیر مسیح مقتول و مصلوب ہُوا ہو۔ بشرطیکہ کسی اور نص صریح سے یہ امر ثابت ہو۔ ورنہ محض کسی خیالی بات کی ایک احتمالی اور امکانی وجہ سے ثابت ہونے اور وقوع کا دعویٰ کرنا کسی عقلمند اور اہل علم کو زیبا نہیں۔ خصوصاً جب کہ انسانی عقل، تجربہ، مشاہدہ اور دنیا کی تاریخ اس امر کی کوئی ایک بھی مثال اور نظیر لانے سے قاصر ہو کہ کبھی زید کی شکل بکر پر ڈال دی گئی ہو اور بجائے زید کے بکر مقتول و مصلوب ہوگیا ہو۔ پس محض احتمال سے یہ خلاف عادتِ[1] الٰہیہ امر کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اور جار مجرور یا الامر کی طرف شُبِّہَ کی اسناد کرنے سے تو حقیقت میں یہ احتمال بھی نہیں رہتا۔ صرف مسیحؑ کی شان میں بیجا غلو، اس کے نرالے طریق سے بچاؤ اور رفع سماوی کا جن سر پر سوار ہے جو یہ سب کچھ کروا رہا ہے ورنہ کسی اہل علم کے سامنے جو اس مردود وہم سے بالکل خالی ہو آیت مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یا اس کا صرف ترجمہ رکھا جائے تو وہ ہرگز ہرگز اس شبہ میں گرفتار نہیں ہوگا جس میں یہ عقیدہ حیات و رفع مسیحؑ الی السماء جسماً کے دلدادہ گرفتار ہیں۔

قولہ "اگر شُبِّہَ کی اسناد جار مجرور کی طرف کرنے یا ضمیر مقتول کی طرف کرنے سے نتیجہ ایک نہیں نکلتا۔ تو معاذ اللہ مفسرین پر یہ الزام عائد ہوگا۔ کہ وہ قول راجح اور مرجوح اور ضعیف اور قوی میں تمیز نہیں کرسکتے تھے۔ صرف مختلف اقوال کا نقل کردینا جانتے

۱؎ یہ وسوسہ نہ گذرنا چاہیئے کہ جب خدا تعالیٰ القاء الشبہ پر قادر ہے تو پھر اس سے کیوں انکار کیا جائے۔ کیونکہ بقول مولوی ثناء اللہ صاحب "محض ماتحت قدرت ہونے سے وقوعہ پر اعتقاد نہیں ہوسکتا" (اہلحدیث ۲۲ فروری ۱۹۲۴ء صفحہ ۹) منہ

تھے۔ اور اُن میں قُوّت فیصلہ نہ تھی۔ یا یہ نتیجہ نکلے گا۔ کہ معاذ اللہ قرآن شریف ایسی کتاب ہے کہ اس کے مضامین کے بیان میں اتفاق رائے نہیں۔" (صـ۷۵)

اقول۔ آپ نے مفسّرین کو وہ مقام دیا ہے جس کے وہ ہرگز مستحق نہیں ہیں۔ بھلا ان کی اس "کمزوری" پر آپ جو " معاذ اللہ " پڑھنے لگ گئے ہیں تو کیا وہ انبیاءؑ کی طرح معصوم ہیں کہ ان کی رائے غلط نہیں ہو سکتی۔ اور قرآن شریف کے متعلّق جو آپ نے ایک عجیب نکتہ بیان کیا ہے وہ آپ ہی کی شان کے شایاں ہے۔ مولنا! اگر مفسّرین کی مختلف آراء سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے تو پھر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے "سردار صاحب" اس کے قائل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: "ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ تفسیرات سلف میں اتنے اختلافات ہیں کہ کسی علوم (مطابق اصل۔ ناقل) کی جزئیات میں نہ ہونگے[۵۱] ایک معنے ابن عباسؓ سے ان کے شاگرد رشید نقل کرتے ہیں مگر خود اس کے خلاف کہتے ہیں۔ عکرمہ اور مجاہد کے اقوال ابن عباسؓ کے غیر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ متأخرین مفسّرین بھی بعض دفعہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ کے اقوال کو ردّ کرتے نظر آتے ہیں۔"

(اجتہاد[۵۲] و تقلید صـ۵۸)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۷ میں لکھتے ہیں:۔

"کسی آیت کی تفسیر کے متعلّق (اگر یہ) ثابت ہو جائے کہ سلف سے خلف تک سب متفق ہیں جو ایک محال مثال ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ"

اب شوق سے "معاذ اللہ، معاذ اللہ" پڑھیئے!

Digitized by Khilafat Library

سـ۵۱ - جناب مولنا شاہ محمد عین الحق صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ احمدیہ آرہ تقریظ بر رسالہ اجتہاد و تقلید کے صـ۹ میں لکھتے ہیں۔ "آپ (ثناء اللہ) کا یہ کہنا بہت ہی درست ہے کہ کسی علم کی جزئیات میں اتنا اختلاف نہیں جتنا کہ تفسیر کی جزئیات میں۔" منہ

سـ۵۲ - اس رسالہ پر ۲۰ "علمائے محققین" نے شاندار تقریظات لکھی ہیں پس اس لحاظ سے وہ بھی اس مضمون کے مؤید ہوئے اِلّا ماشاء اللہ اور "جناب استاد پنجاب مولنا حافظ عبد المنان صاحب محدّث وزیر آبادی" نے تصراحت فرما دیا ہے کہ میں نے یہ رسالہ ابتدا سے اخیر تک بغور سنا اس کے سب مضامین کو مدلّل و منصور پایا مجھے ان سب سے کُلّی اتفاق ہے۔" منہ

جنم ساکھی سری گورو سنگھ سبھا میں تحریف

(۲)

اس مضمون کی پہلی قسط میں ہم جنم ساکھی سری گورو سنگھ سبھا کے پانچ حوالے پیش کر کے یہ ثابت کر آئے ہیں کہ ان میں حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو چھپانے کی غرض سے سکھ بھائیوں نے خوفناک تحریف کی ہے۔ آج ہم اسی سلسلہ میں مزید چند حوالے اسی جنم ساکھی سے ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:۔

پہلا حوالہ جنم ساکھی سری گورو سنگھ سبھا کے ایڈیشن اوّل میں جو ۱۸۸۴ء میں انڈین پریس لاہور میں سکھوں کی ذمہ وار سوسائٹی سری گورو سنگھ سبھا نے چھاپ کر شائع کیا تھا حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا حسب ذیل شعر درج ہے:۔

Digitized by Khilafat Library

ل۔ لعنت بَر سِر تِناں جو ترک نماز کرین ٭ کچھ تھوڑا بہتا کھٹیا اپنا آپ وگنجین

ترجمہ۔ جو لوگ نماز کے تارک ہیں ان پر لعنت ہے۔ ترک نماز سے وہ اپنی تھوڑی بہت دو کی اعمال بھی ضائع دیتے ہیں۔

اس جنم ساکھی کے دوسرے ایڈیشن میں بھی جو مسٹر میکالف نے ۱۸۸۵ء میں مطبع گلشن پنجاب میں چھپوا کر شائع کیا یہ شعر اسی طرح درج ہے۔

یہ شعر معمولی تبدیلی کے ساتھ جنم ساکھی بھائی بالا مطبوعہ ۱۸۹۶ء بکرمی ..... کے صفحہ ۲۲۲ میں بھی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

ل۔ لعنت بَر سِر تِناں جو ترک نماز کریں ٭ تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھو ہتھ گویں

اس شعر کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بحوالہ جنم ساکھی بھائی بالا اپنی کتاب ست بچن مطبوعہ ۱۸۹۵ء کے صفحہ ۹۷ میں اور پھر چشمہ معرفت مطبوعہ ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۳۴۷ میں حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونے کے ثبوت میں نقل کیا ہے۔ حضورؑ کے بعد سلسلہ احمدیہ کے مصنفین اور مبلغین بھی اپنی تحریروں اور تقریروں میں اس حوالہ کو بکثرت پیش کرتے چلے آئے ہیں گویا احمدیہ لٹریچر میں یہ حوالہ شائع و متعارف ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونے کے ثبوت میں جو حوالہ جات نصّ صریح کا حکم رکھتے ہیں ان میں سے ایک حوالہ یہ بھی ہے۔ میں نے بارہا اسے مناظرات میں سکھ گیانیوں کے سامنے پیش کیا ہے مگر آج تک ان کی طرف سے اس کا کوئی معقول جواب نہیں ملا۔ ہمارے بار بار کے مطالبات سے تنگ آ کر سکھ دوستوں نے آخر اپنی کمزوری اور عجز کا اعتراف یوں کیا ہے کہ ۱۹۲۷ء میں ان دو نو جنم ساکھیوں کے نئے ایڈیشن شائع کر کے جنم ساکھی سری

گورو سنگھ سبھا میں سے تو یہ شعر بالکل حذف کردیا۔ اور جنم ساکھی بھائی بالا میں

"جو ترک نماز کریں"

کی بجائے

"جو ترک خدائے کریں"

لکھدیا ہے۔ اور اس طرح دلائل کے میدان میں جماعت احمدیہ کے مقابلہ میں اپنی شکست پر اپنے ہاتھوں سے مُہر ثبت کردی ہے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا ایک یہ الہام ہے:۔

"میری فتح ہوئی میرا غلبہ ہُوا"

حضورؑ کا یہ الہام مختلف رنگوں میں پورا ہوتا رہتا ہے۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کو مسلمان ثابت کرنے کے میدان میں بھی فتح آپؑ ہی کو حاصل ہوئی۔ سکھ بھائی ہزیمت خوردہ ہو کر اور ہتھیار ڈال کر میدان چھوڑ چکے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library

اس جگہ یہ امر واضح کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان واقعات کے ذکر سے ہمیں کسی کی دلآزاری کرنا مدّنظر نہیں ہے۔ کیونکہ کسی کی دلآزاری کرنا ہماری مذہبی تعلیم و اصول کے خلاف ہے۔ یہ باتیں بیان کرنے سے ہمارا پہلا مقصد تو یہ ہے کہ منصف مزاج اور حق پرست سکھ دوست ہماری ان گذارشات پر متوجہ ہوں اور ان واقعات کو مدّنظر رکھ کر حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونے کے مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور سچائی کے راستہ کو قبول و اختیار کریں۔ نیز جو لوگ ان کی مقدّس مذہبی کتابوں میں تحریف کر رہے ہیں ان سے سختی سے باز پرس کریں تا آیندہ یہ سلسلہ منقطع ہو جائے اور گذشتہ تحریف کی اصلاح ہو جائے

اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ یہ واقعات جو ابھی تازہ ہیں ریکارڈ میں آجائیں۔ کیونکہ ممکن ہے سکھ صاحبان کچھ عرصہ کے بعد یہ کہنے لگ جائیں۔ کہ (حضرت) مرزا صاحبؑ اور ان کی جماعت نے باوا نانک رحمۃ کے مسلمان ہونے کے ثبوت میں جو حوالہ جات اپنی کتابوں میں پیش کئے ہیں وہ سب جعلی اور بناوٹی ہیں ہماری کتابوں میں ان کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ بظاہر یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ سکھوں کے ایک طبقہ نے اسی غرض سے تحریف کا یہ سلسلہ شروع کیا ہُوا ہے۔ سو ہم ابھی سے اسکے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ اگر سکھوں نے آیندہ چل کر کبھی یہ کہا کہ ہماری کتابوں کے جو حوالجات (حضرت) مرزا صاحبؑ اور ان کی جماعت نے حضرت باوا نانک کے اسلام کے ثبوت میں پیش کئے ہیں وہ غلط اور بے بنیاد ہیں، تو

ہماری آیندہ نسلیں بطور جواب کہہ سکیں گی کہ تمہاری کتابوں میں تحریف ہو چکی ہے۔ ہمارے بہلوں نے عین وقت پر اس کا اعلان کر دیا تھا۔ اور اس پر پروٹسٹ بھی کیا تھا۔

دوسرا حوالہ جنم ساکھی سری گورو سنگھ سبھا کے ایڈیشن اوّل مطبوعہ ۱۸۸۴ء میں حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ ذیل شعر درج ہیں:-

حضرتؐ جو فرمایا فتوےٰ منجھ کتاب — بے نمازاں تے سگ بھلے جو راتیں رہن سو جاگ
دِتّی بانگ نہ جاگنی سُتّے رہن نبھاگ — ہڈ پلیتی تن ہے کے مورکھ نال جناں بھاگ
سُنّت فرض نہ مننی نہ مننی عمر کتاب — دوزخ اندر ساڑیّن جیوں سکھیں چار کباب
گھنی خواری تِن کو جو پیندے بھنگ شراب — سور شرع منع ہے بوجھا بھگتی نا ہے
جاون متے نفس کے دکھ گھناں سہسی روا — روز قیامت دِنس کو پوسی ہل کل واں
تت دِن پربت اُڈسن پنجے جیویں کپاہ — قاضی ہور نہ بہسی او بہسی آپ الاہ
حُق ہی سبھ نبھ سی کو والی درگاہ — طلبا پوسن آگیاں کیتے جناں گناہ
دوزخ بندہ چلائیے گل طبق منہ سیاہ — عملاں والے تت دِن ہوسن بے پرواہ
سئی چھٹے نانکا حضرتؐ جنہاں پناہ — (صفحہ ۲۵۰)

ان اشعار کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ حضرت (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ نماز کو ترک کرنیوالے اس کُتّے سے بھی بدتر ہیں جو رات کو جاگ کر پہرہ دیتا ہے۔ اور بے نماز اذان سنکر بھی نہیں جاگتے۔ یہ بد قسمت ہیں کیونکہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں جلیں گے لیکن نیک اعمال والے خوش قسمت ہیں کہ وہ اس روز بے پروا ہونگے۔ اور نانک کہتا ہے کہ وہی لوگ نجات پائینگے جنکی پُشت پناہ آنحضرتؐ صلعم ہونگے یہ اشعار میکالف صاحب کے شائع کردہ ایڈیشن میں بھی جو ۱۸۸۵ء میں چھپا موجود ہیں۔ لیکن ۱۸۹۵ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ سے بذریعہ وحی اطلاع پاکر حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونیکا اعلان فرمایا اور اسکے ثبوت میں سکھوں کی معتبر کتب سے ست بچن میں حوالجات پیش کئے تو سکھوں کو فکر پیدا ہوئی اور انہوں نے اپنی کتابوں سے تمام ایسے حوالجات نکال دینے کا تہیا کر لیا جنمیں حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونیکا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ یہ اشعار بھی انکی نظر کرم کا شکار ہو گئے اور جنم ساکھی کا جب تیسرا ایڈیشن ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا تو اس میں موجود نہ تھے۔

یہاں تک ہم نے جنم ساکھی سری گورو سنگھ سبھا کے محرّف حوالے ناظرین کے سامنے پیش کئے ہیں۔ آیندہ انشاء اللہ جنم ساکھی بھائی بالا کی تحریف کے نمونے پیش ہونگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بالعموم اسی جنم ساکھی کے حوالے حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلمان ہونے کے ثبوت میں پیش کئے ہیں۔ اس لئے ہمارے سکھ دوستوں نے اس میں تحریف کو انتہا تک پہنچا دیا ہے ؎

Digitized by Khilafat Library

وصیّتیں

٦٠٣١ منکہ محمد یعقوب ولد میاں تاج محمود صاحب احمدی قوم شیخ پیشہ تجارت عمر تقریباً چالیس سال تاریخ بیعت ۱۹۱۶ء ساکن چنیوٹ ضلع جھنگ۔ میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں اسوقت میری ماہوار آمد مبلغ تیس روپے ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے کے وقت میری جسقدر جائیداد ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ÷ العبد محمد یعقوب احمدی حال کلکتہ گواہ شد محمد داؤد احمدی پسر موصی۔ کلکتہ۔ گواہ شد محمد اسحٰق احمدی پسر موصی کلکتہ۔ گواہ شد مرزا ظفر احمد کلکتہ۔

٦٠٢٣ منکہ زینب بیگم زوجہ مولوی عبد اللطیف صاحب فاضل قوم میر پیشہ ملازمت عمر اٹھائیس سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱/۲۷ احسب ذیل وصیّت کرتی ہوں:۔

میں اسوقت ۱۲/۸ عـہ روپیہ ماہوار پر نصرت گرلز سکول میں ملازم ہوں اور ایک ہزار روپیہ مہر ہے۔ جو میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے میں اپنی ماہوار آمد اور مہر کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ ماہوار آمد ماہ بماہ ادا کرتی رہونگی اور حصہ مہر اگر میں خود ادا نہ کرسکی تو صدر انجمن احمدیہ کو حق ہوگا کہ وہ مہر ورثاء سے وصول کرلے میرے ورثاء پر اس وصیّت کی ادائیگی لازم ہوگی ÷ الامۃ زینب بیگم بقلم خود معلّمہ نصرت گرلز سکول۔ گواہ شد سردار بیگم معلّمہ نصرت گرلز سکول۔ گواہ شد میمونہ صوفیہ معلّمہ نصرت گرلز سکول۔ گواہ شد عبد اللطیف مولوی فاضل بقلم خود خاوند موصیہ۔

٦٠٢٥ منکہ قاضی محمود احمد ولد قاضی محبوب عالم صاحب موصی قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۹ سال پیدائشی احمدی ساکن لاہور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۳/۳۸ ۲۲ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں:۔

میری اسوقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ صرف ملازمت ہے اور ماہوار تنخواہ مبلغ -/۴۰ روپے ہے میں اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ اپنی زندگی میں صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان کے خزانہ میں جمع کراتا رہونگا۔ اگر میرے مرنے کے بعد میری کوئی جائیداد ثابت ہو تو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان ہوگی ÷ العبد قاضی محمود احمد راجپوت سائیکل ورکس نیلا گنبد انارکلی لاہور۔ گواہ شد محبوب عالم۔ گواہ شد ملک خدا بخش بقلم خود کوچہ گگے زئیاں کشمیری بازار جنرل سکرٹری جماعت احمدیہ لاہور۔

٦٠٢٤ منکہ معراج بیگم زوجہ مستری عبد الماجد صاحب قوم ناگی عمر ۲۸ سال پیدائشی احمدی ساکن نیلا گنبد لاہور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج ۴/۳۸ ۱۳ حسب ذیل وصیّت کرتی ہوں۔ میری اسوقت حسب ذیل جائیداد ہے:۔ (۱) حق مہر یکصد روپیہ بذمہ خاوند۔ (۲) زیور طلائی قیمتی چھ صد روپیہ۔ میری ماہوار آمد کوئی نہیں۔ مگر میں ماہوار چار آنے تازیست ادا کرتی رہونگی اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیّت کرتی ہوں۔ کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اگر میں کوئی روپیہ اس جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان

میں کروں تو اسقدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کردیا جائیگا ؛ العبد معراج بیگم بقلم خود۔ گواہ شد محمد موسیٰ بقلم خود۔ گواہ شد عبدالماجد بقلم خود خاوند موصیہ۔ گواہ شد عبدالکریم سکرٹری مال جماعت احمدیہ لاہور ؛

۵۰۸۳ منکہ فاضل اللہ دین ولد اللہ دین ابراہیم بھائی مرحوم قوم خوجہ پیشہ تجارت عمر ۴۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۵ء ساکن سکندر آباد دکن بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۹ ۵/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں :۔

میری غیر منقولہ جائیداد اسوقت کوئی نہیں۔ منقولہ میں قریباً تین ہزار روپیہ کا ایک حصہ اللہ دین صاحب اینڈ سنز بڈی کے کارخانہ میں ہے۔ اس کے علاوہ تین ہزار تیس پر سات روپیہ سات آنے میرے اس کمپنی میں جمع ہیں۔ اور دو صد روپیہ کا فرنیچر وغیرہ میرے پاس اسوقت موجود ہے جملہ چھ ہزار روپیہ دو سو تیس پر سات روپیہ سات آنے سکہ عثمانیہ ہوئے۔ میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز میری آمدنی کا ۱/۹ حصہ بھی میں اپنی زندگی میں ادا کرتا رہوں گا۔ اور میرے مرنے کے وقت اس کے علاوہ اور کوئی جائیداد میری ثابت ہو۔ تو اسکے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ؛

گواہ شد:۔ عبدالرحیم نیر ؛ العبد :۔ فاضل اللہ دین بقلم خود ؛ گواہ شد:۔ عبداللہ اللہ دین ؛

۵۰۸۴ محمد اسمٰعیل فوق ولد مولوی فخر الدین صاحب پنشنر قوم قریشی پیشہ ملازمت عمر ۲۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دارالامان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۱ ۵/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں :۔

Digitized by Khilafat Library

میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں۔ اسوقت میری ماہوار آمد مبلغ چھیاسٹھ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے کیوقت میرا جسقدر متروکہ ثابت ہو۔ اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ؛

گواہ شد :۔ محمد یعقوب مولوی فاضل اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل ۲۱ ۵/۳۸ ؛ العبد :۔ محمد اسمٰعیل فوق اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر مہندو مل کوٹ نارتھ ویسٹرن ریلوے۔ حال وارد قادیان ۲۱ ۵/۳۸ ؛

گواہ شد :۔ عطاء محمد محرر صدر انجمن احمدیہ ۲۱ ۵/۳۸ ؛

۵۰۶۸ منکہ فضل بی بی زوجہ چوہدری فتح محمد صاحب قوم جٹ عمر ۴۴ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۱ء ساکن ستھیالی ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۴ ۵/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :۔

میری اسوقت جائیداد منقولہ حسب ذیل ہے۔ زیور طلائی لونگ وزن ۹ ماشہ قیمت ۲۰ر

(۲) چوڑیاں و بند و چھنکنگن نقرہ وزنی ۹۳ تولہ قیمت مبلغ ۴۹ر

(۳) حق مہر جو اس وقت بذمہ شوہر ہے ۳۲ روپے۔ کل جائیداد قیمتی ۱۰۱ر۔ اس کی قیمت کا ۱/۱۰ حصہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس وصیت کا عملدرآمد میری وفات پر ہوگا۔ اس جائیداد کے علاوہ میری وفات کے وقت جس قدر میری جائیداد منقولہ وغیر منقولہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی ٭

Digitized by Khilafat Library

گواہ شد :- فتح محمد خاوند موصیہ نشان انگوٹھا ٭ العبد : فضل بی بی نشان انگوٹھا ٭ گواہ شد : خورشید محمد سیکرٹری انجمن احمدیہ سٹھیالی ٭ گواہ شد :- نور محمد سٹھیالی ٭ کاتب شفیع محمد سٹھیالی ٭

۵۰۸۲ منکہ حمیدہ اختر زوجہ بابو محمد اسمٰعیل صاحب فوق قوم اعوان تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۱/۵/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :-

میرے مرنے کے وقت جسقدر میری جائیداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے :-

مہر ایکہزار روپیہ جو ابھی میرے شوہر کے ذمہ واجب الادا ہے۔ زیورات مالیتی سات سو روپیہ پارچات و سامان مالیتی ایک سو روپیہ ٭ گواہ شد :- محمد اسمٰعیل فوق خاوند موصیہ ۳۱/۵/۳۸ ٭ العبد :- حمیدہ اختر بقلم خود ۳۱/۵/۳۸ ٭ گواہ شد : محمد یعقوب مولوی فاضل اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل ۳۱/۵/۳۸

۵۰۷۶ منکہ ناصرہ بیگم بنت مولوی فخر الدین صاحب پنشنر قوم قریشی عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دارالامان بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۱/۵/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :-

میرے مرنے کیوقت جسقدر میری جائیداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ٭

(۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی ٭

(۳) میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ پارچات مالیتی دو صد روپیہ۔ کانٹے مالیتی پندرہ روپے

انگوٹھی مالیتی دس روپے۔ متفرق سامان مالیتی سو روپیہ۔ کل میزان تین سو پچیس روپے ؛

گواہ شد :۔ محمد یعقوب مولوی فاضل اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل ؛ الامۃ :۔ ناصرہ بیگم بقلم خود ؛

گواہ شد :۔ فخر الدین پنشنر والد موصیہ ؛

۵۰۸۶ع منکہ امۃ الرشید بیگم بنت مرزا محمد شفیع صاحب قوم مغل عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴ ۵/۳۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :۔

میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ چوڑیاں طلائی ۸ عدد و ایک جوڑی بُندہ اور ایک جوڑی جھمکی طلائی جس کی مالیت دو صد بیس روپے ہے اور تین صد روپیہ نقد کل میزان پانصد بیس روپے کا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ کہ میرے مرنے کے بعد جسقدر بھی میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی رقم اپنی زندگی میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل کر کے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم حصہ وصیت سے منہا کر دیجائے گی ؛

Digitized by Khilafat Library

گواہ شد :۔ محمد اسمٰعیل بقلم خود ؛ العبد :۔ امۃ الرشید بیگم بنت مرزا محمد شفیع بقلم خود ؛

گواہ شد :۔ مرزا محمد شفیع بقلم خود والد موصیہ ؛

۶۰۰۴ع میں عزیز اللہ باجوہ ولد چوہدری غلام حسین صاحب سفید پوش قوم جٹ باجوہ عمر قریباً ۲۵ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان دارالامان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸ مئی ۱۹۳۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں :۔

میری وفات کے وقت جسقدر میری جائیداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی ؛

میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ قریباً نصف مربعہ اراضی واقعہ چک ۱۰۵ جھنگ برانچ ضلع لائل پور میں ہے۔ مورخہ ۸ مئی ۱۹۳۸ء

گواہ شد :۔ غلام حسین سفید پوش حسن منزل محلہ دار الفضل ؛ العبد :۔ عزیز اللہ باجوہ ؛ گواہ شد :۔ عبد المنان عمر قادیان

۶۰۱۴ع میں مرزا محمد احمد بیگ ولد مرزا محمود بیگ صاحب قوم مغل خلجی عمر ۲۳ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن محلہ دار الرحمت قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۱ جون ۱۹۳۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں :۔

اسوقت میری کوئی جائیداد نہیں۔ البتہ مجھے میرے والد صاحب مرزا محمود بیگ صاحب کیطرف سے بطور جیب خرچ ۳۵ ماہوار ملتے ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ اس رقم میں سے ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ کو ادا کرتا ہونگا۔ اگر میری وفات پر میری کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان حقدار ہوگی ٭

گواہ شد :۔ ملک عبد العزیز بقلم خود دار الرحمت قادیان ٭ العبد :۔ مرزا محمد احمد بیگ بقلم خود ٭
گواہ شد :۔ مسعود احمد محلہ دار الرحمت قادیان ٭

۵۰۹۵ میں عطا محمد ولد ماہی بخش قوم آرائیں عمر ۲۳ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۳ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳ مئی ۱۹۳۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میری کوئی جائیداد نہیں۔ میں صدر انجمن احمدیہ کا گیارہ روپیہ ماہوار پر کارکن ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی آمدنی کا ہر ماہ ۱/۱۰ حصہ انشاءاللہ تازندگی ادا کرتا ہونگا۔ میری وفات پر جو جائیداد ہوگی۔ صدر انجمن احمدیہ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک ہوگی۔ اگر میں ۱/۱۰ حصہ میں سے کچھ رقم اپنی زندگی میں ادا کر جاؤں۔ تو وہ منہا کر دیجائیگی ٭

گواہ شد :۔ محبوب عالم خالد بی۔ اے آنرز سیکرٹری خدام الاحمدیہ قادیان ٭ گواہ شد :۔ سید غلام غوث پنشنر قادیان ٭
العبد :۔ عطا محمد مؤذن مسجد مبارک قادیان ٭ گواہ شد :۔ ملک حسن محمد احمدی سیکرٹری وصایا قادیان حلقہ مسجد مبارک

۵۰۹۶ میں محمد شریف چغتائی ولد مولوی غلام نبی صاحب قوم مغل عمر ۲۶ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن مریہ والہ ڈاکخانہ خاص ضلع گجرات پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۳۸ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں :۔

Digitized by Khilafat Library

میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں۔ اسوقت میری ماہوار آمد مبلغ -/۶۶ روپیہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہونگا۔ میرے مرنے کیوقت جسقدر جائیداد ثابت ہو۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط

العبد :۔ محمد شریف چغتائی کلرک دفتر ڈائرکٹر جنرل پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف نئی دھلی ٭
گواہ شد :۔ عبد المجید احمدی سیکرٹری تعلیم و تربیت ۴۵ لیک سکوئر۔ نئی دھلی ٭
گواہ شد :۔ چوہدری نذیر احمد خان احمدی سیکرٹری امور عامہ ۱۲ لیک سکوئر نئی دھلی ٭

۵۰۹۷ میں محمد ابراہیم ولد شیخ دلاور علی قوم شیخ عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت ستمبر ۱۹۳۱ء ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۳ مئی ۱۹۳۵ء

حسب ذیل وصیت کرتا ہوں :-

مَیں وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کوئی نہیں ہے۔ اگر میری) وفات کے بعد کوئی جائیداد ثابت ہو جاوے تو صدر انجمن احمدیہ کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ اُن کا ۱/۱۰ حصہ وصول کرے۔ نیز مَیں دفتر ناظم تجارت تحریک جدید میں ملازم ہوں اور میری موجودہ تنخواہ دس روپیہ ماہوار ہے۔ اسکا ۱/۱۰ حصہ مَیں صدر انجمن احمدیہ قادیان میں دیتا رہونگا۔ یا اگر میری تنخواہ بڑھ جاوے۔ یا کوئی اور آمدنی ہو۔ تو اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ کو دیتا رہونگا ؛ والسلام

العبد :- محمد ابراہیم بقلم خود دفتری ناظم تجارت تحریک جدید قادیان ؛ گواہ شد :- مرزا یعقوب وائس پریذیڈنٹ حلقہ مسجد مبارک قادیان ۵/۳۸ ۳ ؛ گواہ شد :- محمد شاہزادہ خان مولوی فاضل سیکرٹری تحریک جدید مسجد مبارک قادیان ۵/۳۸ ۳

۶۰۰۰۶ مَیں شریفہ قدسیہ زوجہ قریشی محمد صالح سابق مبلغ سندھ قوم آرائیں عمر تقریباً ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن محلہ دارالرحمت قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ر جون ۱۹۳۸ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :-

میری موجودہ جائیداد اسوقت مبلغ -/۳۰۰ روپیہ کی ہے۔ جو کہ بصورت مہر میرے خاوند مولوی محمد صالح صاحب علوی سابق مبلغ سندھ کے ذمہ بطور قرض سب کا سب قابل وصول ہے۔ مَیں اس کے ۱/۹ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے سوا بوقت وفات اگر کوئی اور بھی میری جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو گی۔ تو اس کے بھی ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن مذکور ہوگی۔ یہ میری آخری وصیت ہے۔ جو ہر طرح صحیح اور قابل عملدرآمد ہے۔ میرے ورثاء کو اس کے ردّ و بدل کا کوئی اختیار نہیں ہوگا ؛ والسلام

العبد :- شریفہ قدسیہ زوجہ محمد صالح علوی سکونتی محلہ دارالرحمت قادیان ۶/۳۸ ۱۵ ؛ گواہ شد :- قریشی محمد صالح سابق مبلغ سندھ سکونتی محلہ دارالرحمت قادیان ۶/۳۸ ۱۵ ؛ گواہ شد :- ظہور حسین معلم نصرت گرلز ہائی سکول قادیان ۶/۳۸ ۱۵ ؛

۵۰۷۸۰ مَیں مسماۃ خدیجہ بیگم زوجہ ڈاکٹر منظور احمد قوم کھوکھر عباسی عمر قریباً چالیس سال پیدائشی احمدی ساکن حال قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج مورخہ ۳ر جون ۱۹۳۸ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :-

میری اسوقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ مجھے حق مہر بصورت زیورات اپنے خاوند سے دیا گیا تھا۔ جن کو مَیں بیچکر اب تک ہر تحریک میں چندہ دیتی رہی ہوں۔ اور جن کی قیمت مبلغ دوصد روپیہ تھی۔ اب اس میں سے کچھ باقی نہیں ہے۔ اَب مجھے مبلغ یکصد روپیہ نقد اور ایک سنگر سیونگ مشین قیمتی ایک سو چالیس روپیہ خاوند کی طرف سے بطور عطیہ عطا کیا گیا ہے۔ اور یہی اس وقت میری موجودہ

جائیداد ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصّہ کی مَیں وصیّت کرتی ہوں:۔

اس کے علاوہ اگر اور کوئی جائیداد کسی صورت میں بھی مجھے حاصل ہوگی۔ یا میرے مرنے کے بعد میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی مَیں ۱/۱۰ حصّہ کی وصیّت کرتی ہوں۔ اگر مَیں اپنی حیات میں اس کا حصّہ وصیّت میں سے کچھ ادا کر دوں۔ تو وہ منہا سمجھا جائے گا ؛

العبد:۔ خدیجہ بیگم بقلم خود ؛ گواہ شد:۔ ملک حسن محمد احمدی سیکرٹری وصایا حلقہ مسجد مبارک ۳ ۷/۳۸ ؛

گواہ شد:۔ منظور احمد خاوند موصیہ ؛

۶۰۱۹۰ مَیں صہبا بیگم زوجہ مولوی غلام حسین قوم راجپوت بھٹی عمر تقریباً پچاس سال تاریخ بیعت ۱۹۱۲ء ساکن محلّہ دار الفضل قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵/۳۸ حسب ذیل وصیّت کرتی ہوں:۔

اسوقت میری ذاتی جائیداد کوئی نہیں ہے۔ سوائے تین سو روپیہ کے زیور اور پارچات کے جو میرے زیر استعمال ہیں۔ مَیں وصیّت کرتی ہوں۔ کہ میری وفات پر جو بھی میری جائیداد ثابت ہو۔ اسکے ۱/۱۰ حصّہ کی انجمن مالک ہوگی۔ میری اس جائیداد میں میرا حق مہر مبلغ ما صد روپیہ بھی ہے۔ جو مَیں لے چکی ہوئی ہوں ؛ العبد: صہبا بیگم ؛ گواہ شد: غلام حسین بی اے ایس پنشنر خاوند موصیہ ؛ گواہ شد: غلام محمد پسر موصیہ بقلم خود ؛

قادیان کا قدیمی مشہورِ عالم بے نظیر تحفہ

سرمہ نور رجسٹرڈ

دُنیا میں اسی سُرمہ نور سُرموں کے سرتاج کی دُھوم مچ رہی ہے،

ڈاکٹر، اطباء، رؤساء، اُمراء کو گرویدہ اور گاہکوں کو مجسّم اشتہار بنا رہا ہے۔ جُملہ امراض چشم میں بیحد مفید اور بے ضرر ثابت ہو چکا ہے۔ تاثیر اور فوائد کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتا نظر کو بڑھاپے تک قائم رکھنے میں بے نظیر ہے ؛

قیمت فی تولہ دو روپیہ۔ چھ ماشہ ایک روپیہ

ملنے کا پتہ:۔ شفاخانہ رفیق حیات متصل منارۃ المسیح قادیان (پنجاب)

Digitized by Khilafat Library

محافظِ جنین

حبّ اٹھرا

اِسقاطِ حمل کا مجرّب علاج ہے

شناخت:۔ جن کے گھر حمل گر جاتے ہیں۔ مُردہ بچے پیدا ہوتے ہوں۔ پیدا ہو کر امراض ذیل سے مر جاتے ہیں مثلاً سبز۔ پیلے دست۔ قے پسلی کا درد ہچکیاں (اُم الصبیان) نمونیا۔ پرچھاواں یا سوکھا۔ بدن پر پھوڑے پھنسی چھالے نکلنا۔ بدن پر خون کے دھبے پڑنا۔ دیکھنے میں بچہ موٹا تازہ معلوم ہونا۔ بیماری کے معمولی صدمہ سے جان دیدینا بعض بچے ماں کے پیٹ میں ہی زہر باد سے کھائے جاتے ہیں۔ جب پیدا ہوتے ہیں۔ تو ان کا کوئی حصہ کھایا ہوا ہوتا ہے۔ مُردہ پیدا ہوتے ہیں یا پیدا ہوتے ہی مَر جاتے ہیں اور بعض کی خلقت نامکمل ہوتی ہے۔ یعنی کوئی ہاتھ یا انگلی، ناک، کان وغیرہ غرضیکہ کوئی عضو نامکمل ہوتا ہے۔ جس سے بچہ بدشکل ہوتا ہے۔ اسلئے والدین کیلئے تمام عمر کا دکھ ہوتا ہے۔ بعض کے ہاں لڑکیاں ہی پیدا ہونا اور لڑکیوں کا زندہ رہنا مگر لڑکے زندہ نہ رہنا اور آٹھارہ سال سے پہلے ہی فوت ہو جانا وغیرہ اس مرض کو طبیب اٹھرا اور اسقاط حمل کہتے ہیں۔ اس موذی بیماری نے کروڑوں خاندان تباہ و برباد کر دیئے۔ اور لاکھوں گھر بے چراغ کر دیئے۔ جو ہمیشہ ننھے بچوں کے منہ دیکھنے کو ترستے رہے اور اپنی قیمتی جائدادیں غیروں کے سپرد کر کے دائمی داغ دل پر لے گئے۔ مولیٰ کریم اس مرض سے امن میں رکھے۔ خاکسار حکیم نظام جان شاگرد خلیفہ اول اینڈ سنز دواخانہ معین الصحت نے اُستاذی المکرم قبلہ نور الدین شاہی طبیب سرکار جموں و کشمیر سے طب سبقاً پڑھی اور حضور کے حکم سے ۱۹۱۰ء سے دواخانہ مذکور قائم ہوا۔ اور اٹھرا کا مجرّب ترین علاج حبّ اٹھرا رجسٹرڈ کا حضور کے ارشاد سے اشتہار دیا۔ تاکہ خلق خدا فائدہ حاصل کرے اور احتیاطاً گورنمنٹ آف انڈیا سے رجسٹرڈ بھی کرا لیا ہے۔ تاکہ پبلک کو کسی ملتے جلتے نام دیکھنے سے دھوکہ نہ لگ جائے۔ (یاد رکھیں) حبّ اٹھرا رجسٹرڈ کے استعمال نے ہزاروں گھرانوں کو بچوں سے بھرپور کر دیا ہے۔ اسکے استعمال سے بچہ بفضلِ خدا ذہین۔ خوبصورت۔ مضبوط۔ تندرست۔ اٹھرا کے اثر سے محفوظ پیدا ہوتا ہے۔ اور مایوس والدین کیلئے راحت قلب ہوتا ہے

قیمت فی تولہ ایک روپیہ چار آنے۔ مکمل خوراک گیارہ تولہ لعہ ۱۱۔ یکدم منگوانے پر صرف گیارہ روپے

علاوہ محصول ڈاک۔ نصف منگوانے پر صرف محصول معاف

المشتہر

حکیم نظام جان شاگرد حضرت خلیفہ اول رضؓ اینڈ سنز دواخانہ معین الصحت قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)

مولانا عبد المجید صاحب سالک کی قادیان میں آمد

"۱۴؍ اپریل کا ذکر ہے۔ مدیرِ "افکار" کو اپنے ایک نہایت عزیز دوست اور بھائی مولوی عبد الوہاب عمر کی دعوت ولیمہ پر قادیان جانے کا اتفاق ہؤا۔ راقم کو اس امر پر فخر ہے کہ اختلافِ عقائد کے باوجود بہت سے احمدی حضرات راقم سے برادرانہ محبت و الفت رکھتے ہیں اور ان میں مولوی عبد الوہاب عمر کو خصوصیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سالک جیسا "گُل محمد قسم" کا آدمی جو زلزلہ آجانے پر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ محض محبت کے رشتے میں بندھا ہؤا لاہور سے چل کر قادیان پہنچ گیا۔ وہاں احباب نے اس گدائے بینوا کی پذیرائی اور خاطر مدارات میں جو اہتمام کیا اسکا مفصل تذکرہ نہ ضروری ہے اور نہ اتنے الفاظ میسر ہیں کہ بیان کا حق ادا ہو سکے۔

اگرچہ قادیان بہت سی دلچسپ شخصیتوں سے آباد ہے لیکن خلوص و محبت کے علاوہ دُوسری بے شمار دلچسپیوں کے اعتبار سے حکیم عبد العزیز خان صاحب مالک "طبّی عجائب گھر" کو امتیاز خصوصی حاصل ہے۔ یہ صاحب ہمارے میزبان قرار پائے۔ اور حق یہ ہے۔ کہ میزبانی حق بھی انہی کا ہے۔ کئی روز سے گیارہ بٹیروں کو مقویات کی گولیاں کھلا رہے تھے۔ چنانچہ وہی بٹیر ہمارے نزول اجلال پر ذبح کئے گئے اور دستر خوان پر ان کی پُوری ٹیم کی ٹیم کھڑی کر دی گئی۔ خان صاحب کا ایک "مرض" خاص طور پر شہرت حاصل کر چکا ہے۔ جس کا نام ہم نے "زعفرانی خولیا" تجویز کیا۔ چاولوں میں زعفران۔ بٹیروں میں زعفران۔ سالن میں زعفران۔ اور سب سے بڑھ کر چائے میں زعفران۔

Digitized by Khilafat Library

مولوی عبد الوہاب عمر کی ہمراہی میں ہم نے قادیان کا چپہ چپہ دیکھ لیا۔ صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر۔ مساجد۔ یادگاریں۔ مدارس۔ مشاہیر سلسلہ کی شخصیتیں۔ یہانتک کہ بعض نمایاں دکانیں بھی دیکھ ڈالیں۔ لیکن خان صاحب کو ہمارے ان مشاغل سے کوئی سروکار نہ تھا وہ گھر میں بیٹھے "پخت و پز" ہی میں مصروف رہتے۔ اور جب ہم آوارہ گردی کر کے واپس آتے تو میزوں پر ایوانِ نعمت کا ایک انبار لگا ہوتا۔

دواؤں میں کام آنیوالے بیش قیمت پتھر۔ مشک۔ عنبر۔ سلاجیت۔ شہد۔ زعفران اور خدا جانے کیا کچھ الابلا انکے عجائب گھر میں بھری رہتی ہیں۔ یہانتک کہ اسبغول اور بنفشہ کو بھی خاص اہتمام سے صاف کر کے رکھا جاتا ہے۔ اور ہمارا خیال ہے کہ یونانی دواؤں سے پُورا فائدہ حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ کہ دوائیں خالص اور صاف شدہ حاصل کی جائیں"۔

(انقلاب مورخہ ۲۶؍ اپریل ۱۹۳۸ء)

تفصیلات کے لئے حکیم عبد العزیز خان مالک "طبّی عجائب گھر" قادیان سے خط و کتابت کیجئے

قرص محافظ حمل

یہ قرص اسقاط حمل کو روکنے کے لئے اکسیر ثابت ہو چکے ہیں حمل کو برقرار رکھنے کے علاوہ دورانِ حمل میں اسکے استعمال سے بچہ ذہین خوبصورت اور تندرست پیدا ہوتا ہے۔ اور جملہ بیماریوں مثلاً مسان۔ اُمُّ الصِّبیان وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے۔ ہزاروں خاندان جن کے ہاں مُردہ بچّے پیدا ہوتے تھے یا چند ماہ کے بعد فوت ہو جاتے تھے، اس کے استعمال سے اولاد کی نعمت سے مالا مال ہو گئے۔ استقرار حمل سے وضع حمل تک یہ قرص حاملہ استعمال کرے۔ بچّہ کی پیدائش سے دودھ پلانیکے زمانہ تک بچّہ کو بھی استعمال کرائیں۔ پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ ہوگا:

قیمت فی شیشی ۶۰ گولی ۱عہ - مکمل خوراک کی قیمت مبلغ ۱۱ روپے:

ملنے کا پتہ:

ویدک یونانی دواخانہ لمیٹڈ

زینت محل لال کواں۔ دہلی

خلافت سلور جوبلی کی خوشی میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

چالیس کتابیں صرف ساڑھے تین روپے میں

سٹ نمبر ۱۔ ہدیہ صرف دو روپیہ

۱۔ فتح اسلام ۲۔ توضیح مرام ۳۔ آسمانی فیصلہ ۴۔ نشان آسمانی ۔ ۵۔ حجۃ الاسلام ۔ ۶۔ انوار الاسلام۔ ۷۔ اسلامی اصول کی فلاسفی۔ ۸۔ تحفہ قیصریہ ۹ کشتی نوح ۱۰۔ ستارہ قیصرہ ۱۱۔ رسالہ جہاد ۱۲۔ سناتن دھرم ۱۳۔ نور القرآن حصہ اول ۱۴۔ حصہ دوم ۱۵۔ پرانی تحریریں ۱۶۔ تقریریں ۱۷۔ درثمین اُردو ۱۸۔ درثمین فارسی ۱۹۔ سبز اشتہار ۲۰۔ الوصیت ؛

Digitized by Khilafat Library

سٹ نمبر ۲۔ ہدیہ صرف ڈیڑھ روپیہ

۱۔ اتمام الحجۃ ۲۔ اربعین کامل ۳۔ ضرورۃ الامام ۴۔ سراج منیر ۵۔ استفتاء اردو ۶۔ تحفۃ الندوۃ ۷۔ ضیاء الحق ۸۔ چشمہ مسیحی ۹۔ حجۃ اللہ ۱۰۔ نسیم دعوت ۱۱۔ پیغام صلح ۱۲۔ کشف الغطاء ۱۳۔ الانذار ۱۴۔ الندا من وحی السماء ۱۵۔ ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی ۱۶۔ حقیقۃ المہدی ۱۷۔ ایک غلطی کا ازالہ ۱۸۔ آریہ دھرم ۱۹۔ احمدی اور غیر احمدی میں فرق ۲۰۔ تجلیات الٰہیہ ؛

سٹ نمبر ۳۔ ہدیہ صرف دو روپے

۱۔ کتاب البریہ ۲۔ منن الرحمٰن ۳۔ نسیم دعوت ۴۔ مسیح ہندوستان میں ؛

انگریزی کتب کا سٹ ۔ ہدیہ صرف دو روپے چار آنہ

۱۔ اسلامی اصول کی فلاسفی ۲۔ اسلام اور غلامی ۳۔ ترجمہ قرآن مجید پارہ اول ۴۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام مجلد اعلیٰ ۔ ۵۔ خاندان بانیٔ سلسلہ احمدیہ ۔ ۶۔ تحفہ شہزادہ ویلز ؛

تازہ شائع شدہ لیکچر سیالکوٹ ۔ قیمت فی نسخہ صرف دو پیسے ۔ ایک روپیہ میں ۳۶ نسخے

ملنے کا پتہ

محمد اشرف مینیجر بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر قادیان سے مالکان کے لیے شائع کیا)